واقعہ قرطاس حقیقت کے میزان پر

مصنف : مولوی بُگا

منجانب : سنی دفاع کونسل

Contents

ابتدائی گزارشات:

شیعہ لوگ حضرت عمرؓ پر اہانت رسول اور حضرت علی کی امامت کے تحریری ثبوت پر ایک روایت پیش کرتے ہیں جس کا نام ہے حدیث قرطاس کہ حضرت عمرؓ نے وہ تحریر لکھنے نا دی جس میں علیؓ کو خلیفہ نامزد کرنا تھا آپ ﷺ نے اور اہانت رسول کی اور گستاخی کے مرتکب ہوئے چنانچہ میں نے یہ سوچا کہ کیوں نا اس واقعہ کو حقیقت کے میزان پر پرکھا جائے اور اس کی اصلیت کو دیکھا جائے اور اس موضوع پر موجود شیعہ سنی دونوں کتب کا مطالعہ کیا اور اپنی تحقیق کو درج ذیل حصوں میں بانٹا:

۱۔ سنی مصادر میں حدیث قرطاس

۲۔شیعہ مصادر مین حدیث قرطاس

۳۔حدیث قرطاس اور علما اہلسنت

۴۔حدیث قرطاس اور علما شیعہ

۵۔برھان اول (وصی رسول ﷺ کی بحث، اور لکھوانا کیا چاہتے تھے)

۶۔برھان دوم (حدیث قرطاس پر شیعوں سے چند سوالات)

۷۔برھان سوم (الزامی جواب)

۸۔برھان چہارم (لفظ ہجر کی تحقیق)

سنی مصادر میں :

1 : سیّد نا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

لَمَّا حُضِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ، وَفِي البَيۡتِ رِجَالٌ فِيهِمۡ عُمَرُ بۡنُ الخَطَّابِ، قَالَ: ہَلُمَّ أَكۡتُبۡ لَكُمۡ كِتَابًا لَنۡ تَضِلُّوا بَعۡدَہُ، قَالَ عُمَرُ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيۡہِ وَسَلَّمَ غَلَبَہُ الۡوَجَعُ وَعِنۡدَكُمُ القُرۡآنُ فَحَسۡبُنَا كِتَابُ اللّٰہِ، وَاخۡتَلَفَ أَہۡلُ البَيۡتِ وَاخۡتَصَمُوا، فَمِنۡہُمۡ مَنۡ يَقُولُ: قَرِّبُوا يَكۡتُبۡ لَكُمۡ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيۡہِ وَسَلَّمَ كِتَابًا لَنۡ تَضِلُّوا بَعۡدَہُ، وَمِنۡہُمۡ مَنۡ يَقُولُ مَا قَالَ عُمَرُ، فَلَمَّا أَكۡثَرُوا اللَّغَطَ وَالِاخۡتِلَافَ عِنۡدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيۡہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: قُومُوا عَنِّي.

'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت ہوا تو اس وقت گھر میں کچھ صحابہ موجود تھے، ایک سیّد نا عمر بن خطاب بھی تھے، آپ نے فرمایا: قلم کاغذ لائیں، میں تحریر کر دوں، جس کے بعد آپ ہر گز نہ بھولو گے۔ سیّد نا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف میں ہیں اور قرآن موجود ہے، لہٰذا ہمیں قرآن و حدیث ہی کافی ہے۔ گھر میں موجود صحابہ نے اس میں اختلاف کیا اور بحث مباحثہ ہونے لگا، کچھ کہہ رہے تھے کہ (قلم کاغذ) دیں، آپ تحریر فرمادیں، جس کے بعد آپ ہر گز نہیں بھولیں گے، کچھ کہہ رہے تھے، رہنے دیجئے آپ تکلیف میں ہیں۔ اختلاف شدت اختیار کر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس سے اُٹھ جائیں۔ ''

(صحیح البخاری :7366، صحیح مسلم :1637)

2 : ایک روایت ہے

ائْتُونِي بِالْكَتِفِ وَالدَّوَاةِ أَوِ اللَّوْحِ وَالدَّوَاةِ - أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا ، فَقَالُوا : إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْجُرُ .

ہڈی اور دوات یا تختی اور دوات لائیں، میں تحریر کر دیتا ہوں تاکہ اس کے بعد آپ نہ بھولیں، صحابہ نے کہا، '' ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض موت میں تکلیف کی شدت سے تو ہر گز نہیں کہہ رہے۔
(صحیح البخاری : 4431، صحیح مسلم : 1637)

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں انہوں نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ : جمعرات کا دن کتنا پریشان کن تھا، آپ روتے ہوئے فرما رہے تھے

اشتد برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجعہ، فقال: ائتونی أکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ أبدا، فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع، فقالوا: ما شأنہ، أہجر استفہموہ؟ فذہبوا یردون علیہ، فقال: دعونی، فالذی أنا فیہ خیر مما تدعونی إلیہ .

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض موت کی تکلیف شدت اختیار کر گئی تھی، آپ نے فرمایا: میرے پاس کچھ لاؤ'' میں تحریر کر دیتا ہوں، جس کے بعد کبھی نہیں بھولو گے، صحابہ نے آپس میں اختلاف کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں باہمی اختلاف مناسب نہیں تھا، صحابہ کہنے لگے :آپ کو کیا معاملہ درپیش ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات شدت تکلیف کی بنا پر تو ہر گز نہیں ہے، اس بات کو کیوں نہیں سمجھتے، صحابہ آپ کو بار بار لکھنے کا کہہ رہے تھے، تو فرمایا؛'' مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں، آپ جو مجھے لکھنے کا کہہ رہے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ نہ لکھنا ہی بہتر ہے۔''
(صحیح البخاری : 4431، صحیح مسلم : 1637)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض موت میں شدت تکلیف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی بیان کر رہے ہیں، اسی بناپر سیدنا عمر نے اجتہاداً کہہ دیا تھا کہ ہمارے لئے قرآن و حدیث کافی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو درست سمجھا تب ہی صحابہ کے اصرار کے با وجود نہیں لکھا۔

شیعہ مصادر میں :

امالی الشیخ المفید

تالیف:
محدث و محقق حضرت علامہ شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ:
حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ سید منیر حسین رضوی
مدرس جامعۃ المصطفیٰ

تصحیح و نظر ثانی
حجۃ الاسلام ریاض حسین جعفری
فاضل قم

— ناشر —

ادارہ منہاج الصالحین لاہور

جناح ٹاؤن ٹھوکر نیاز بیگ لاہور
فون: 042-5425372

حدیث نمبر 3: (بحذف اسناد)

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا آپ کے گھر میں بہت زیادہ لوگ جمع تھے۔ ان میں عمر بن خطاب بھی موجود تھے۔ پس رسولِ خدا نے فرمایا: کاغذ اور قلم لے کر آؤ تا کہ میں تمھارے لیے ایک ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ پس ایک بندے نے کہا کہ کوئی چیز لے کر نہ آنا کیونکہ نبی پر بیماری غلبہ کر چکی ہے تمھارے پاس قرآن ہے ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے۔ پس گھر میں موجود لوگوں کے درمیان اختلاف ہوگا اور ان

میں جھگڑا ہوگیا۔ ان میں سے بعض وہ لوگ جو یہ کہہ رہے تھے کاغذ وقلم لے کر آ جاؤ تا کہ نبی اکرمؐ تحریر لکھ دیں اور بعض وہ تھے جو عمر کے قول کو دہرا رہے تھے۔ جب شور وغل و اختلاف زیادہ ہوگیا۔ رسولؐ خدا نے فرمایا: قُومُوا عَنِّی (میرے قریب سے چلے جاؤ)۔

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے: ہر مصیبتوں سے بڑی مصیبت وہ تھی جو رسولؐ خدا اور ان کی تحریر کے درمیان حائل و مانع ہوگئی جو آپؐ ہمارے لیے لکھنا چاہتے تھے اور وہ لوگوں کا اختلاف اور شور وغل تھا۔

حدیث قرطاس اور علما شیعہ :
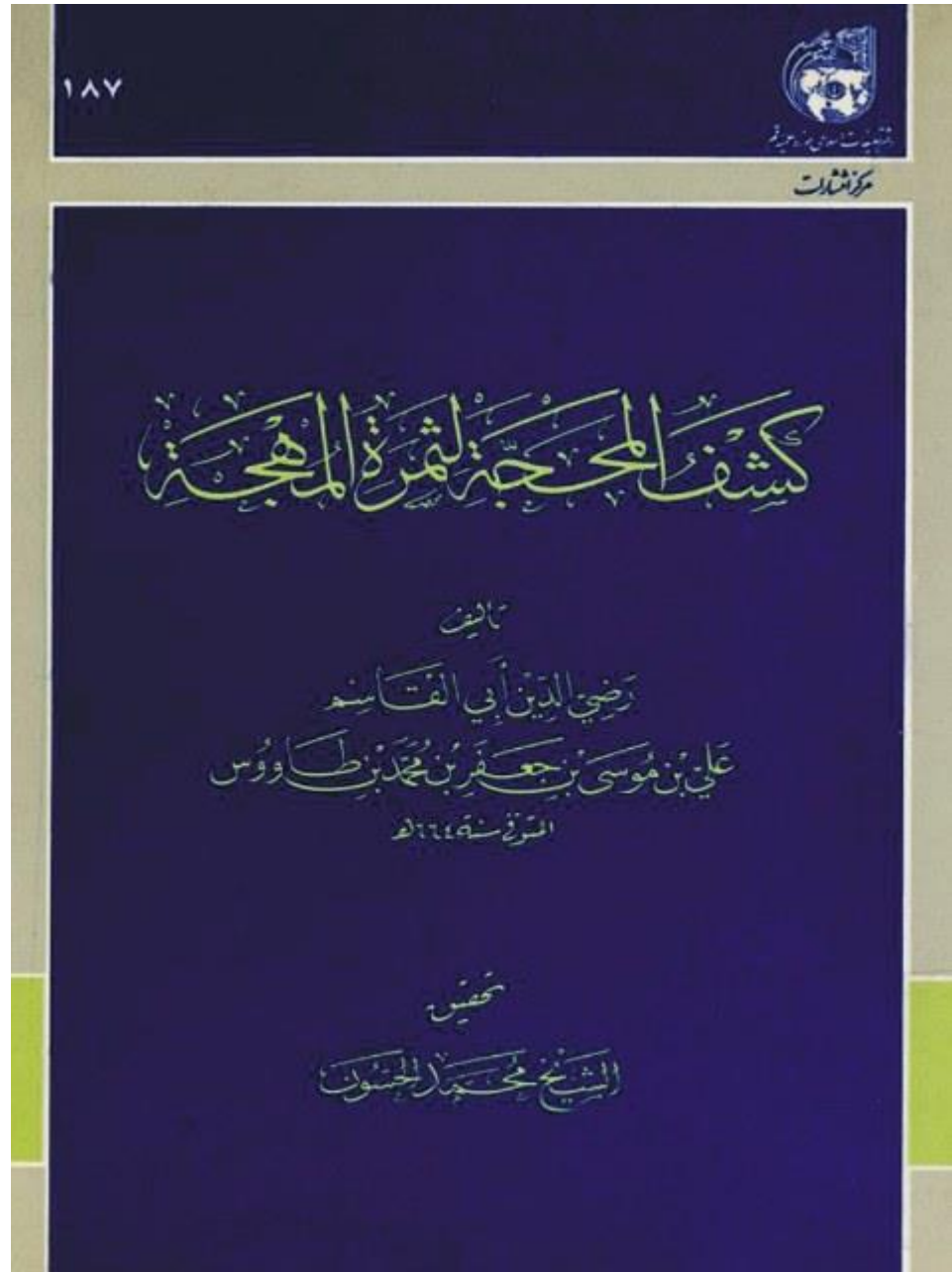
الضلال من أهل الاسلام والايمان حتى هلك من هلك منهم في ذلك الاوان. الفصل الثامن والثمانون: واعلم يا ولدي محمد أعزك الله جل جلاله بعزة السعادتين في الدنيا والدين التي قال الله جل جلاله فيها (ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين) أن أبا بكر وعمر صنعا أمرين عظيمين كانا سببا لما جرى بين الاسلام والمسلمين وضلال من ضل منهم إلى يوم الدين، واحدة في حياته، وواحدة بعد وفاته، غير أفعالهما التي هلك بها من هلك من الخلق أجمعين. أما التي في حياته فإن البخاري ومسلم في صحيحيهما وكل من له صدق وأمانة من رواة المسلمين ذكروا بلا خلاف أن جدك محمدا صلى الله عليه وآله قال عند وفاته إئتوني بدواة وقرطاس أكتب لكم كتابا لا تضلوا بعدي أبدا وأن عمر قال في وجه جدك المعظم واستخف بحقه الاعظم وأقدم على أن قال إنه ليهجر أي يهذي يا ويله وويل لمن وافقه على هذه المصيبة والرزية هذا تفسيرها بغير شبهة عند علماء أهل اللغة العربية فلما سمع النبي صلى الله عليه وآله ما قد بلغ حال حرمته إليه وأن الحجة قد صارت لله جل جلاله وله، عليه وآله السلام في الكتاب الذي دعا الناس إليه بترك الكتاب وقال قوموا عني لا ينبغي عندي التنازع فكل ضلال في الدنيا منذ ذلك اليوم وقع مستورا

نام كتاب : كشف المحجة لثمرة المهجة نويسنده : السيد بن طاووس جلد : ١ صفحه : ٦٤

ترجمہ: اور عمرؓ اور اس کے پیروکاروں کی راہ میں ہونے والی تمام گمراہی اور گمراہی اس دن سے کھلے عام اور خفیہ طور پر شروع ہوئی، اور مجھے نہیں معلوم کہ اس عمل اور طرز عمل کے لئے قیامت کے دن اس کی کیا حالت ہو گی۔

اپنی نفسانی خواہش سے کچھ بولتے ہی نہیں یہ تو بس وحی ہے جو بھیجی جاتی ہے -ان کو بڑی طاقت والے (فرشتے) نے تعلیم دی ہے " نیز اس طرح دوسری واضح اور روشن آیات قرآن مجید میں بکثرت موجودہیں جن میں صاف تصریح ہے کہ رسول مہمل وبے ہودہ بات کہنے سے پاک و منزہ ہیں - علاوہ ازاین خود تنہا عقل سلیم بھی رسول سے مہمل اور بے ہودہ باتوں کا صادر ہونا محال سمجھتی ہے -اصل حقیقت یہ ہے کہ صحابہ اچھی طرح جانتے تھے کہ حضرت رسول (ص)حضرت علی (ع) کے لئے خلافت کی بات کو مزید پکا کردینا چاہتے ہیں اور آج تک آپ نے حضرت علی (ع)کے جانشینی اور خلافت کے جتنے اعلانات کئے تھے انہیں تحریری صورت دینا چاہتے تھے اسی لئے حضرت عمر اور ان کے حامی افراد نے رسول خدا (ص) کی بات کو کاٹ دیا تھا - یہ صرف ہمارا پیدا کردہ تخیل نہیں ہے بلکہ یہ وہ حقیقت ہے جس کا اعتراف حضرت عمر نے عبد اللہ بن عباس کے سامنے کیا تھا (3)-اگر آپ رسول خدا(ص)کے اس قول "میرے پاس کاغذ اور قلم دوات لاؤ تاکہ میں ایسا نوشتہ لکھ جاؤں کہ اس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے "-اور حدیث ثقلین
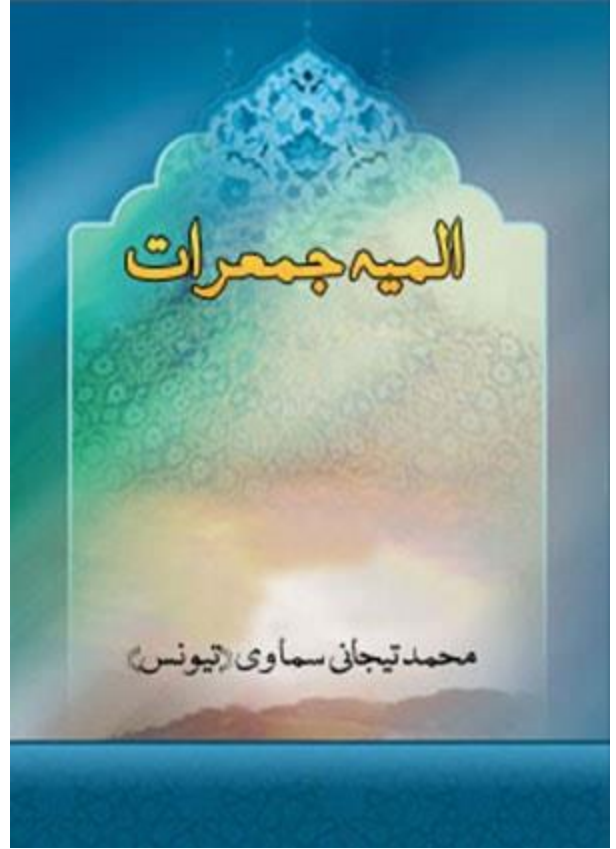
کیا ایسا تو نہ تھا کہ حضور اکرم اپنی زندگی کے مختلف اوقات میں جس شخصیت کی جانشینی کا
ذکر کرتے رہتے تھے ،آخری وقت میں اسے تحریری شکل میں لکھ دینا چاہتے تھے ؟
تاکہ کسی کو ان کی جانشینی کے متعلق کوئی شک وشبہہ نہ رہ سکے اور حضرت عمر بھی اس
حقیقت سے بخوبی واقف تھے ۔حضور اکرم کا ارادہ بھانپ کر انہوں نے اس کی بھرپور

ص،46

ہیں جن میں صاف تصریح ہے کہ رسول مہمل وبے ہودہ بات کہنے سے پاک ومنزہ ہیں۔ علاوہ ازاین خود تنہا عقل سلیم بھی رسول سے مہمل اور بے ہودہ باتوں کا صادر ہونا محال سمجھتی ہے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ صحابہ اچھی طرح جانتے تھے کہ حضرت رسول (ص) حضرت علی (ع) کے لئے خلافت کی بات کو مزید پکا کردینا چاہتے ہیں اور آج تک آپ نے حضرت علی (ع) کے جانشینی اور خلافت کے جتنے اعلانات کئے تھے انہیں تحریری صورت دینا چاہتے تھے اسی لئے حضرت عمر اور ان کے حامی افراد نے رسول خدا (ص) کی بات کو کاٹ دیا تھا۔ یہ صرف ہمارا پیدا کردہ تخیل نہیں ہے بلکہ یہ وہ حقیقت ہے جس کا اعتراف حضرت عمر نے عبد اللہ بن عباس کے سامنے کیا تھا[1]۔

اگر آپ رسول خدا (ص) کے اس قول "میرے پاس کاغذ اور قلم دوات لاؤ تاکہ میں ایسا نوشتہ لکھ جاؤں کہ اس کے بعد تم ہر گز گمراہ نہ ہوگے"۔

اور حدیث ثقلین کے اس فقرہ پر کہ :-

"میں تم میں دو گراں چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں اگر تم ان سے وابستہ رہے تو میرے بعد، ہر گز گمراہ نہ ہوگے : ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسری میری عترت" توجہ فرمائیں گے تو آپ پر یہ حقیقت منکشف ہوگی کہ دونوں حدیثوں سے رسول خدا کا مقصود ایک ہی تھا۔

ص،16

حدیث قرطاس اور علما اہلسنت :

وَأَمَّا كَلَامُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَدِ اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ الْمُتَكَلِّمُونَ فِي شَرْحِ الْحَدِيثِ عَلَى أَنَّهُ مِنْ دَلَائِلِ فِقْهِ عُمَرَ وَفَضَائِلِهِ وَدَقِيقِ نَظَرِهِ .

شارحین حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ یہ حدیث سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بصیرت، فقاہت دین اور دقت نظری'' پر دلالت کناں ہے۔'' (شرح صحیح مسلم : 11/90)

صحيح مسلم

بشرح النووي

موافق للمعجم المفهرس لألفاظ الحديث

مؤسسة قرطبة
طباعة - نشر - توزيع

شرح مسلم - النووي - ج ١١ - الصفحة ٩٠

أن رسول الله (صلى الله عليه وسلم) قد غلب عليه الوجع وعندكم القرآن حسبنا كتاب الله فاختلف أهل البيت فاختصموا ثم ذكر أن بعضهم أراد الكتاب وبعضهم وافق عمر وأنه لما أكثروا اللغو والاختلاف قال النبي (صلى الله عليه وسلم) قوموا أعلم أن النبي (صلى الله عليه وسلم) معصوم من الكذب ومن تغيير شئ من الأحكام الشرعية في حال صحته وحال مرضه ومعصوم من ترك بيان ما أمر ببيانه وتبليغ ما أوجب الله عليه تبليغه وليس معصوما من الأمراض والأسقام العارضة للأجسام ونحوها مما لا نقص فيه لمنزلته ولا فساد لما تمهد من شريعته وقد سحر (صلى الله عليه وسلم) حتى صار يخيل إليه أنه فعل الشئ ولم يكن فعله ولم يصدر منه (صلى الله عليه وسلم) وفي هذا الحال كلام في الأحكام مخالف لما سبق من الأحكام التي قررها فإذا علمت ما ذكرناه فقد اختلف العلماء في الكتاب الذي هم النبي (صلى الله عليه وسلم) به فقيل أراد أن ينص على الخلافة في إنسان معين لئلا يقع نزاع وفتن وقيل أراد كتابا يبين فيه مهمات الأحكام ملخصة ليرتفع النزاع فيها ويحصل الاتفاق على المنصوص عليه وكان النبي (صلى الله عليه وسلم) هم بالكتاب حين ظهر له أنه مصلحة أو أوحى إليه بذلك ثم ظهر أن المصلحة تركه أو أوحى إليه بذلك ونسخ ذلك الأمر الأول وأما كلام عمر رضي الله عنه فقد اتفق العلماء المتكلمون في شرح الحديث على أنه من دلائل فقه عمر وفضائله ودقيق نظره لأنه خشي أن يكتب (صلى الله عليه وسلم) أمورا ربما عجزوا عنها واستحقوا العقوبة عليها لأنها

شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں :

إِنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - تَرَکَ كِتَابَةَ الْكِتَابِ بِاخْتِيَارِهِ، فَلَمْ يَكُنْ فِی ذَلِکَ نِزَاعٌ، وَلَوِ اسْتَمَرَّ عَلَى إِرَادَةِ الْكِتَابِ مَا قَدِرَ أَحَدٌ أَنْ يَمْنَعَهُ.

اس میں تو اختلاف ہی نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھنے کا ارادہ اپنے اختیار سے ترک کیا، اگر آپ لکھنا ''چاہتے تو کس کی مجال تھی کہ آپ کو روکے۔''

(منهاج السنة النبوية فی نقض كلام الشيعة والقدرية : 6/317)

مِنْهَاجُ السُّنَّةِ النَّبَوِيَّة

فِي نَقْضِ كَلَامِ الشِّيعَةِ القَدَرِيَّة

لِابْنِ تَيْمِيَةَ
أبي العباس تقي الدين أحمد بن عبد الحليم

تحقيق
الدكتور محمد رشاد سالم

الجزء السادس

١٤٠٦ - ١٩٨٦

الله عليه وسلم فيما أفتى أبوبكر وعمر. وهذا ثابت من حديث ابن عيينة عن عبدالله بن أبى يزيد عن ابن عباس.

ومن عرف حال ابن عباس علم أنه كان يفضل أبابكر وعمر عَلَى عليّ رضى الله عنه.

ثم إن النبى صلى الله عليه وسلم ترك كتابة الكتاب باختياره، فلم يكن فى ذلك نزاع، ولو استمر على إرادة الكتاب ما قدر أحد أن يمنعه.

ومثل هذا النزاع قد كان يقع فى صحته ماهو أعظم منه. والذى وقع بين أهل قباء وغيرهم كان أعظم من هذا بكثير، حتى أنزل فيه: ﴿وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا﴾ [سورة الحجرات: ٩]. لكن رُوى أنه كان بينهم قتال بالجريد والنعال[١].

ومن جهل الرافضة أنهم يزعمون أن ذلك الكتاب كان كتابه بخلافة عليّ، وهـذا ليس فى القصـة مايدل عليه بوجهٍ من الوجوه. ولا [فى]

(١) جاء هذا فى حديث عن أنس رضى الله عنه فى: البخارى ١٨٣/٣ (كتاب الصلح، الباب الأول) ونصه: أن أنساً رضى الله عنه قال: قيل للنبى صلى الله عليه وسلم «لو أتيت عبدالله بن أُبيّ، فانطلق إليه النبى صلى الله عليه وسلم وركب حماراً، فانطلق المسلمون يمشون معه، وهى أرض سبخة، فلما أتاه النبى صلى الله عليه وسلم قال: إليك عنى والله لقد آذانى نتن حمارك. فقال رجل من الأنصار منهم: والله لحمار رسول الله صلى الله عليه وسلم أطيب ريحا منك. فغضب لعبد الله رجل من قومه فشتمه، فغضب لكل واحد منهما أصحابه، فكان بينهما ضرب بالجريد والأيدى والنعال، فبلغنا أنها أنزلت: (وإن طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فأصلحوا بينهما) والحديث أيضا فى: مسلم ١٤٢٤/٣ (كتاب الجهاد والسير، باب فى دعاء النبى صلى الله عليه وسلم وصبره على أذى المنافقين)؛ المسند (ط. الحلبى) ١٥٧/٣، ٢١٩. وانظر تفسير ابن كثير ٣٥٣/٧ - ٣٥٤.

وَمَنْ تَوَہَّمَ أَنَّ ہٰذَا الْكِتَابَ كَانَ بِخِلَافَةِ عَلِيٍّ فَهُوَ ضَالٌّ بِاتِّفَاقِ (عَامَّةِ النَّاسِ)عُلَمَاءِ السُّنَّةِ وَالشِّيعَةِ، أَمَّا أَہْلُ السُّنَّةِ فَمُتَّفِقُونَ عَلَى تَفْضِيلِ أَبِی بَكْرٍ وَتَقْدِيمِہِ. وَأَمَّا الشِّيعَةُ الْقَائِلُونَ بِأَنَّ عَلِيًّا كَانَ ہُوَ الْمُسْتَحِقَّ لِلْإِمَامَةِ، فَيَقُولُونَ: إِنَّہُ قَدْ نَصَّ عَلَى إِمَامَتِہِ قَبْلَ ذٰلِكَ نَصًّا جَلِيًّا ظَاہِرًا مَعْرُوفًا، وَحِينَئِذٍ فَلَمْ يَكُنْ يَحْتَاجُ إِلَى كِتَابٍ.

جو یہ سمجھتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خلافت علی رضی اللہ عنہ لکھنا چاہتے تھے، سنی و شیعہ علماء کے ہاں ''بالاتفاق گمراہ ہے۔اہل سنت سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تفضیل و تقدیم پر متفق ہیں، جبکہ شیعہ کا نظریہ ہے کہ

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ہی امامت کے مستحق تھے، وہ کہتے ہیں کہ ان کی امامت پر نص جلی ہے، چنانچہ کسی تحریر کی ضرورت ہی نہ تھی۔"

(منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریۃ :3/135)

منهاج السنة النبوية

في نقض كلام الشيعة القدرية

لابن تيمية

أبي العباس تقي الدين أحمد بن عبد الحليم

تحقيق

الدكتور محمد رشاد سالم

الجزء السادس

١٤٠٦ - ١٩٨٦

ذكره لعائشة، فلما رأى أن الشك قد وقع، علم أن الكتاب لا يرفع الشك، فلم يبق فيه فائدة، وعلم أن الله يجمعهم على ما عزم عليه، كما قال: «ويأبى الله والمؤمنون إلا أبا بكر»:

وقول ابن عباس: «إن الرزية كل الرزية ما حال بين رسول الله صلى الله عليه وسلم وبين أن يكتب الكتاب»[1] يقتضي أن هذا الحائل كان رزية، وهو رزية في حق من شك[2] في خلافة الصدِّيق، أو اشتبه[3] عليه الأمر؛ فإنه لو كان هناك كتاب لزال هذا الشك. فأما من علم أن خلافته حق فلا رزيّة في حقه، ولله / الحمد. ٣/ ١٣٦

ومن توهّم أن هذا الكتاب كان بخلافة عليّ فهو ضال باتفاق [عامة الناس من][4] علماء السنة والشيعة. أما أهل السنة فمتفقون على تفضيل أبي بكر وتقديمه. وأما الشيعة[5] القائلون / بأن عليًّا كان هو المستحق للإمامة، فيقولون: إنه قد نصّ على إمامته قبل ذلك نصًّا جليا ظاهرا معروفا، وحينئذ فلم يكن يحتاج إلى كتاب. ص ٢٣٢

---

(١) هذه العبارة جزء من حديث عن ابن عباس رضي الله عنهما في: البخاري ١/ ٣٠ (كتاب العلم، باب كتابة العلم)، ٦/ ٩ ـ ١٠ (كتاب المغازي، باب مرض النبي صلى الله عليه وسلم ووفاته)، ٧/ ١٢٠ (كتاب المرضى، باب قول المريض: قوموا عني)، ٩/ ١١١ ـ ١١٢ (كتاب الاعتصام . . . ، باب كراهية الخلاف)؛ مسلم ٣/ ١٢٥٧ ـ ١٢٥٨ (كتاب الوصية، باب ترك الوصية لمن ليس له شيء يوصي فيه)؛ المسند (ط. المعارف) ٤/ ٣٥٦، ٥/ ٤٥.

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (٦٧٣ـ٧٤٨ھ) لکھتے ہیں :

وَإِنَّمَا أَرَادَ عُمَرُ التَّخْفِيفَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِينَ رَآهُ شَدِيدَ الْوَجَعِ، لِعِلْمِهِ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَكْمَلَ دِينَنَا، وَلَوْ كَانَ ذَلِكَ الْكِتَابُ وَاجِبًا لَكَتَبَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُمْ، وَلَمَا أَخَلَّ بِهِ.

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تکلیف میں دیکھا اسی لیے تخفیف کا ارادہ فرمایا کہ آپ جانتے تھے دین مکمل ہو چکا ہے، خلافت تحریر کرنا واجب ہوتی تو نبی کریم صلی الہ علیہ وسلم اسے ضرور لکھ دیتے، کبھی ترک نہ کرتے۔

(تاریخ الاسلام: 1/813، ت: بشار، سیر اعلام النبلاء 2/338)

للحافظ المؤرخ شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي
المتوفى سنة ٧٤٨هـ

تحقيق
الدكتور عمر عبد السلام تدمري
أستاذ التاريخ الإسلامي في الجامعة اللبنانية
عضو الهيئة الاستشارية للمنشورات التاريخية
في اتحاد المؤرخين العرب

وإنّما أراد عمر التخفيفَ عن النّبيّ صلى الله عليه وسلم ، حين رآه شديد الوَجَع ، لِعِلْمه أنّ الله قد أكمل دِيننا ، ولو كان ذلك الكتاب واجباً لَكَتَبَه النّبيّ ﷺ لهم ، ولَمَا أَخَلَّ به .

وقال يونس ، عن الزُّهْرِيّ ، عن حمزة بن عبد الله ، عن أبيه قال : لمّا اشتدّ برسول الله صلى الله عليه وسلم وَجَعُهُ قال : « مُرُوا أبا بكر فلْيُصَلِّ بالنّاس »، فقالت له عائشة : يا رسول الله إنّ أبا بكر رجل رقيق ، إذا قام مقامك لم يُسْمِع النّاسَ من البُكاء : فقال : « مُرُوا أبا بكر فلْيُصَلِّ بالنّاس »، فَعاوَدَتْهُ مثلَ مَقَالَتِها فقال : « أَنْتُنَّ صَوَاحِبات يوسف ، مُرُوا أبا بكر فلْيُصَلِّ

---

(١) (هلم) لم تُذْكَر في الأصل ، لكنّها ذُكِرت في نسخة دار الكتب ومراجع أخرى .
(٢) في المصادر الأخرى (اللَّغَط) بدلاً من (اللَّغْو).
(٣) رواه البخاري في العلم ٣٧/١ باب كتابة العلم ، وفي الاعتصام ١٦١/٨ باب كراهية الخلاف ، ومسلم في الوصيّة (٢٢/١٦٣٧) باب ترك الوصيّة لمن ليس له شيء يوصي فيه ، وأحمد في المسند ٢٢٢ و ٢٩٣ و ٣٢٤ و ٣٥٥ ، والبلاذري في أنساب الأشراف ٥٦٢/١ رقم ١١٤١ .

برھان اول:

کیا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی وصی رسول تھے؟

کتب اہلسنت سے اس طرح کی کسی بات کی نشانی نہیں ملتی کہ یہ تحریر خلافت کے بارے میں تھی اس بات کا اشارہ تک نہیں ملتا کہ سیّدنا علی خود کو خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتے ہوں یا آپ نے فرمایا ہو کہ میں وصی رسول ہوں، بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ بلکہ خود حضرت علی نے اپنا وصی رسول ہونے کا انکار کر دیا تھا جیسا کہ بخاری کی اس روایت میں لکھا ہے کہ:

سیّدنا عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں

اِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجَعِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ، فَقَالَ النَّاسُ: يَا أَبَا حَسَنٍ، "كَيْفَ أَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ ، فَقَالَ: أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللَّهِ بَارِئًا" ، فَأَخَذَ بِيَدِهِ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهُ: أَنْتَ وَاللَّهِ بَعْدَ ثَلَاثٍ عَبْدُ الْعَصَا ، وَإِنِّي وَاللَّهِ لَأَرَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوْفَ يُتَوَفَّى مِنْ وَجَعِهِ هَذَا ، إِنِّي لَأَعْرِفُ وُجُوهَ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عِنْدَ الْمَوْتِ، اذْهَبْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْنَسْأَلْهُ فِيمَنْ هَذَا الْأَمْرُ ، إِنْ كَانَ فِينَا عَلِمْنَا ذَلِكَ، وَإِنْ كَانَ فِي غَيْرِنَا عَلِمْنَاهُ، فَأَوْصَى بِنَا ، فَقَالَ عَلِيٌّ: إِنَّا وَاللَّهِ لَئِنْ سَأَلْنَاهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنَعَنَاهَا لَا يُعْطِينَاهَا النَّاسُ بَعْدَهُ، وَإِنِّي وَاللَّهِ لَا أَسْأَلُهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سے واپس آئے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض موت کا واقعہ ہے، صحابہ کرام نے پوچھا: ابوالحسن! رسول اللہ کی طبیعت کیسی ہے؟ کہا: الحمد اللہ! کافی بہتر ہے، پھر سیّدنا عباس بن عبدالمطلب نے سیّدنا علی کا ہاتھ تھام کر فرمایا: اللہ کی قسم! تین دن بعد آپ محکوم ہو جائیں گے، اللہ کی قسم! مجھے آثار نظر آرہے ہیں کہ نبی کریم اس مرض سے جانبر نہیں ہو سکیں گے، مجھے خوب شناخت ہے کہ وفات کے وقت بنی عبدالمطلب کے چہرے کیسے ہوتے ہیں، ہمیں آپ کے پاس چلنا چاہیے اور پوچھنا چاہئے کہ خلافت کسے ملے گی؟ اگر ہم اس کے مستحق ہیں تو ہمیں معلوم ہو جائے، اگر کوئی دوسرا ہے تو بھی پتا چل جائے اور اس کے بارے میں ہمیں وصیت فرمادیں، سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اب اگر پوچھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا تو لوگ ہمیں کبھی خلافت نہیں دیں گے، میں تو نہیں پوچھوں گا۔ ''

(صحیح البخاری : 4447)

مین کہتا ہوں بقول شیعوں کے امام کو وماکان ومایکون کا علم غیب حاصل ہوتا ہے تو اگر اس وصف کو اس روایت کے تناظر مین دیکھا جائے تو کیا حضرت کو علی کو اس وقت غیب کے علم ذریعے پتہ نا چل سکا کہ آپ ﷺ ان کی خلافت کے بارے تحریر لکھوانا چاہ رہے ہین جو بات علی کے شیعوں کا پتہ لگ گئی لیکن وہ امام جس کو ازل سے ابد

تک کا علم حاصل ہے یہ خبر اس سے نامعلوم رہی۔اور کیا یہ امر بھی پتہ نا لگ سکا کہ اگر آپ ﷺ لکھوا بھی دیں پھر بھی خلیفہ ابو بکرؓ ہی بنیں گے۔

آپ ﷺ لکھوانا کیا چاہتے تھے:

ہمارے نزدیک اس تحریر کا خلافت سے کچھ لینا دینا نہین ہے اگر پھر بھی شیعہ بضد ہیں کہ وہ خلافت علی کے متعلق تحریر تھی تو جناب کتب اہلسنت کی روایات کے تحت دیکھیں تو معاملہ اس کے بلکل برعکس دکھائی دیتا ہے کیوں کہ آپ ﷺ نے بارہا حضرت عائشہؓ کو خلافت ابو بکر صدیق کو تحریر کرنے کا کہا جیسا کہ لکھا ہے:

عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَوْمُ الْخَمِيسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ ثُمَّ بَكَى حَتَّى بَلَّ دَمْعُه الْحَصَى فَقُلْتُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ قَالَ اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللهِ وَجَعُه فَقَالَ ائْتُونِي أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدِي فَتَنَازَعُوا وَمَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ وَقَالُوا مَا شَأْنُه أَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوه قَالَ دَعُونِي فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ أُوصِيكُمْ بِثَلَاثٍ أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ قَالَ وَسَكَتَ عَنْ الثَّالِثَةِ أَوْ قَالَهَا فَأُنْسِيتُهَا.

"سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا کہ جمعرات کا دن بھی کس قدر ہولناک دن تھا، جمعرات کا دن! پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر روئے کہ ان کے آنسوؤں سے کنکریاں تر ہو گئیں۔ میں نے کہا اے ابن عباس! جمعرات کے دن کیا واقعہ ہوا تھا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درد زیادہ ہو گیا تھا۔آپ نے فرمایا قلم اور کاغذ لاؤ، میں تم کو ایسی چیز لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہوگے (قلم اور کاغذ کے متعلق) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپس میں اختلاف کرنے لگے، اور نبی کے پاس اختلاف مناسب نہیں تھا۔ صحابہ نے کہا کیا سبب ہے؟ کیا آپ الوداع ہو رہے ہیں؟ آپ سے پوچھو! آپ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو، میں جس حال میں ہوں وہ بہتر ہے۔ میں تم کو تین چیزوں کی

وصیت کر رہا ہوں، مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو، وفود کی اس طرح عزت کیا کرو جس طرح میں عزت کرتا ہوں، تیسری بات سے حضرت ابن عباس خاموش ہو گئے یا انہوں نے بیان کی تھی اور میں بھول گیا“۔

مسلم، الصحیح، 3: 1257، الرقم: 1637، دار احیاء التراث العربی، بیروت

اور کیا لکھوانا چاہتے تھے؟

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ وَا رَأْسَهْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ذَاكِ لَوْ كَانَ وَأَنَا حَيٌّ فَأَسْتَغْفِرَ لَكِ وَأَدْعُوَ لَكِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ وَا ثُكْلِيَاهْ وَاللهِ إِنِّي لَأَظُنُّكَ تُحِبُّ مَوْتِي وَلَوْ كَانَ ذَاكَ لَظَلِلْتَ آخِرَ يَوْمِكَ مُعَرِّسًا بِبَعْضِ أَزْوَاجِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ بَلْ أَنَا وَا رَأْسَاهْ لَقَدْ هَمَمْتُ أَوْ أَرَدْتُ أَنْ أُرْسِلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَابْنِهِ وَأَعْهَدَ أَنْ يَقُولَ الْقَائِلُونَ أَوْ يَتَمَنَّى الْمُتَمَنُّونَ ثُمَّ قُلْتُ يَأْبَى اللهُ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُونَ أَوْ يَدْفَعُ اللهُ وَيَأْبَى الْمُؤْمِنُونَ.

”قاسم بن محمد کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما نے کہا: ہائے سر پھٹا تو رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کاش! میری زندگی میں ایسا ہو جاتا تو میں تمہارے لیے استغفار کرتا اور دعا مانگتا۔ حضرت عائشہ عرض گزار ہوئیں: ہائے مصیبت! خدا کی قسم! کیا میں گمان کروں کہ آپ میری موت چاہتے ہیں، اور اگر ایسا ہو گیا تو آپ دوسرا دن اپنی کسی دوسری بیوی کے پاس گزاریں گے۔ اسی پر حضور نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلکہ میرا سر درد سے پھٹا جا رہا ہے۔ لہٰذا میرا فیصلہ ہوا یا میں نے ارادہ کیا کہ ابو بکر اور ان کے صاحبزادے کو بلا بھیجوں اور ان سے عہدِ خلافت لوں ورنہ کہنے والے جو چاہیں کہیں گے اور خواہش کرنے والے خواہش کریں گے۔ پھر میں نے کہا (کہ اس کی ضرورت نہیں کیونکہ) اللہ تعالیٰ اس کے خلاف نہیں چاہتا اور مسلمان اس کی مخالفت کو ہٹا دیں گے یا اللہ مخالف کو ہٹا دے گا اور مسلمان کسی دوسرے کو قبول نہیں کریں گے“۔

بخاري، الصحيح، 5: 2145، الرقم: 5342

میں الزامی طور پر برادران تشیع کو چھکی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اگر کسی خلافت کا لکھنا چاہتے تھے تو وہ خلافت صدیق اکبر تھی اگر علی خلافت لکھنے کا اس روایت کے علاوہ کسی جگہ صحیح السند کے ساتھ ذکر ہے تو پیش کرے اور ہزار روپے نقد انعام وصول کرے۔

اور جب کچھ لوگوں نے یہ اصرار کیا کہ آپ ﷺ کے واسطے سامان کتابت لے آئیں تو جناب رسول ﷺ نے خود ہی کہہ دیا کہ میں جس حالت مین ہوں بہتر ہوں وہ اس حالت سے بہتر ہے جس حالت کی طرف تم لوگ مجھے بلا رہے ہو چنانچہ خود بخاری کی حدیث میں ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ الأَحْوَلِ، سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: يَوْمُ الخَمِيسِ وَمَا يَوْمُ الخَمِيسِ، ثُمَّ بَكَى حَتَّى بَلَّ دَمْعُهُ الحَصَى، قُلْتُ يَا أَبَا عَبَّاسٍ: مَا يَوْمُ الخَمِيسِ؟ قَالَ: اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ، فَقَالَ: «ائْتُونِي بِكَتِفٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لاَ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا»، فَتَنَازَعُوا، وَلاَ يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ، فَقَالُوا: مَا لَهُ أَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوهُ؟ فَقَالَ: «ذَرُونِي، فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ»، فَأَمَرَهُمْ بِثَلاَثٍ، قَالَ: «أَخْرِجُوا المُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ العَرَبِ، وَأَجِيزُوا الوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ» وَالثَّالِثَةُ خَيْرٌ، إِمَّا أَنْ سَكَتَ عَنْهَا، وَإِمَّا أَنْ قَالَهَا فَنَسِيتُهَا، قَالَ سُفْيَانُ: هَذَا مِنْ قَوْلِ سُلَيْمَانَ

ترجمہ:

ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے سلیمان احول نے، انہوں نے سعید بن جبیر سے سنا اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا آپ نے جمعرات کے دن کا ذکر کرتے ہوئے کہا، تمہیں معلوم ہے کہ جمعرات کا دن، ہائے! یہ کون سا دن ہے؟ اس کے بعد وہ اتنا روئے کہ ان کے آنسوؤں سے کنکریاں تر ہو گئیں۔ سعید نے کہا میں نے عرض کیا، یا ابو عباس! جمعرات کے دن سے کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا کہ اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف (مرض الموت) میں شدت پیدا ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مجھے (لکھنے کا) ایک کاغذ دے دو تا کہ میں تمہارے لیے ایک ایسی کتاب لکھ جاوں، جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو۔ اس پر لوگوں کا اختلاف ہو گیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی فرمایا کہ نبی کی موجودگی میں جھگڑنا غیر

مناسب ہے، دوسرے لوگ کہنے لگے، بھلا کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے کار باتیں فرمائیں گے اچھا، پھر پوچھ لو، یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے میری حالت پر چھوڑ دو، کیوں کہ اس وقت میں جس عالم میں ہوں، وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کا حکم فرمایا، کہ مشرکوں کو جزیرہ عرب سے نکال دینا اور وفود کے ساتھ اسی طرح خاطر تواضع کا معاملہ کرنا، جس طرح میں کیا کرتا تھا۔ تیسری بات کچھ بھلی سی تھی، یا تو سعید نے اس کو بیان نہ کیا، یا میں بھول گیا۔ سفیان نے کہا یہ جملہ (تیسری بات کچھ بھلی سی تھی) سلیمان احول کا کلام ہے۔ اور یہ تھی کہ اسامہ کا لشکر تیار کر دینا، یا نماز کی حفاظت کرنا، یا لونڈی غلاموں سے اچھا سلوک کرنا۔

تشریح:

تشریح : اہجر الہمزہ للاستفہام الانکاری لان معنی ہجر ہذی و انما جاءمن قائلہ استفہا مالانکار علی من قال لاتکتبوا ای تترکوا امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعلوہ کامر من ہجر فی کلامہ لانہ صلی اللہ علیہ وسلم لایہجر الخ کذا فی الطیبی یعنی یہاں ہمزہ استفہام انکار کے لیے ہے۔ جس کا مطلب یہ کہ جن لوگوں نے کہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اب لکھوانے کی تکلیف نہ دو، ان سے کہا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہذیان نہیں ہو گیا ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہذیان والے پر قیاس کر کے ترک نہ کرو۔ آپ سے ہذیان ہو یہ ناممکن ہے۔ اس سلسلہ کی تفصیلی بحث اسی پارہ میں گزر چکی ہے۔

کتاب لکھے جانے پر صحابہ کا اختلاف اس وجہ سے ہوا تھا کہ بعض صحابہ نے کہا کہ آنحضرت کو اس شدت تکلیف میں مزید تکلیف نہ دینی چاہئے۔

بعد میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ جس کا مطلب یہ کہ اگر لکھوانا فرض ہوتا تو آپ کسی کے کہنے سے یہ فرض ترک نہ کرتے، فقط برائے مصلحت ایک بات ذہن میں آئی تھی، بعد میں آپ نے خود اسے ضروری نہیں سمجھا۔ منقول ہے کہ آپ خلافت صدیقی کے بارے میں قطعی فیصلہ لکھ کر جانا چاہتے تھے تاکہ بعد میں اختلاف

نہ ہو۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے مرض الموت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حوالے منبر و محراب فرمادیا تھا۔

صحیح بخاری حدیث نمبر:3168

کتاب: جزیہ وغیرہ کے بیان میں

باب: یہودیوں کو عرب کے ملک سے نکال باہر کرنا

https://shamilaurdu.com/hadith/bukhari/3168/

۱۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عباس کا گریہ کرنا اس وجہ سے نہیں تھا کہ آپ ﷺ علی کی خلافت کو نا لکھوا سکے بلکہ یہ تو اس آپ ﷺ کی شدت کی تکلیف کو یاد کرنے کی وجہ سے تھا جیسا کہ آج بھی اکثر لوگ اپنے عزیز کی اس حالت کو یاد کرکے اشک بار ہو جاتے ہیں اور جیسا کہ خود شیعہ لوگ امام حسینؓ کی یاد میں جان بوجھ کر ان کی مصائب کو بیان بیان کرکے روتے ہیں اور ناجائز ماتم زنی ہین کرتے۔

۲۔ اور دوسرا امر یہ ہے کہ اس حدیث سے تو واضح ہو رہا ہے کہ جو چیز آپ ﷺ لکھوانا چاہتے تھے وہ آپ ﷺ نے بول کر بیان کر دی اور تیسری چیز کے بارے مین راوی خود بھول گیا تھا۔ چنانچہ شیعہ کسی اہلسنت کی کتاب سے ایک صحیح السند روایت پیش کریں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ وہ تحریر خلافت کے متعلق تھی ہزار روپے نقد انعام وصول کریں۔

۳۔ آپ ﷺ کا پھر یہ کہنا کہ ان اصحاب کی طرف جو تحریر لکھوانا چاہتے تھے کہ میں اس حالت سے بہتر ہوں کہ جس حالت کی طرف تم مجھے بلانا چاہتے ہو۔ میں کہتا ہوں یہ الفاظ حضرت عمرؓ کے اجتہاد کے درست ہونے کی قطعی

دلیل ہے کہ اور آپ ﷺ کا اس اجتہاد کو درست تسلیم کرنے پر مہر کہ حسبنا کتاب اللہ (ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے)۔

۴۔اور اس میں ایک لطیف نقطہ یہ بھی نکلتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی زندگی میں خود صحابہ کے منہ سے سننا چاہتے تھے کہ آپ ﷺ کی کامل کتاب ہی ان کے لئے کافی ہے انہیں اس کے علاوہ کسی اور صحیفے کی ضرورت نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کے اجتہاد پر ہی اپنا فیصلہ رکھا۔

۵۔اور کیا پچھلے تئیس سال آپ ﷺ کفر بتاتے رہے جو ایک دن میں ہی کفر و اسلام کا فیصلہ ہونا تھا کیا کفر سے قرآن نے بچانا تھا یا اس ایک مجمل سی تحریر نے بچانا تھا، کیا قرآن کافی نہیں تھا کفر سے بچانے کے واسطے اور سارا زور کفر و ایمان کا ایک ہی تحریر پر رکھا ہوا ہے۔

٦۔چنانچہ اس رو سے تو شیعہ رسول ﷺ اور اہلبیت دونون کے گستاخ بنتے ہیں کیوں کہ ساتھ ساتھ وہ گستاخ صحابہ تو ہیں ہی کیوں کہ جب اہلبیت اور رسول ﷺ نے عمر کے فیصلے پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور آپ ﷺ نے الٹا اس فیصلے کو تسلیم کر لیا تو شیعہ کا فہم کیا ان دونوں سے بڑھ چکا ہے کیا ان کے مذہب کی پیش کردہ مشہور حدیث بھول چکے تھے کیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب مستطاب

الشافی

کتاب الحجۃ

خلافت رسالت نبوۃ، امامت

ترجمہ اصول کافی جلد دوم

حضرت ثقۃ الاسلام علامہ فہامہ مولانا الشیخ محمد یعقوب کلینی علیہ الرحمۃ

ترجمہ

مفسر قرآن عالیجناب ادیب اعظم مولانا السید ظفر حسن صاحب قبلہ مدظلہ العالی نقوی الامروہوی

بانی ومنتظم جامعہ امامیہ کراچی

مصنف دوصد کتب

ناشر

ظفر شمیم پبلیکیشنز ٹرسٹ (رجسٹرڈ) ناظم آباد نمبر۲۔ کراچی

اعلان علانیہ کرو اور سب کے سامنے ان کی فضیلت بیان کرو۔ تب حضرت نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے خدا دوست رکھتا ہے جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھے اسے جو علیؑ رکھے (تعمم مار فرمایا) ... البتہ میں ایسے کو دشمن بنا رہا ہوں رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور رسولؐ اسے دوست رکھتے ہیں۔ وہ ایسے لوگوں سے دور رہتا ہے جو اللہ اور جو اپنے ساتھیوں کو بزدل بتلاتے تھے اور ساتھی ان کو، اور یہ بھی فرمایا۔ علی سید المومنین ہیں علی عمود الدین ہیں یہی وہ ہیں جو میرے بعد حق پر لوگوں کی گردنیں ماریں گے علیؑ جس طرف مائل ہوں گے حق ان کے ساتھ ہوگا اور فرمایا۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اگر تم نے ان کو پکڑے رکھا تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے وہ دونوں ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسرے میرے اہلبیت میری عترت، لوگو! میری بات سنو، میں نے امر حق کی تبلیغ کر دی، تم عنقریب حوض کوثر پر میرے پاس آؤ گے میں تم سے ان دونوں گرانقدر چیزوں کے متعلق سوال کروں گا یعنی اللہ کی کتاب اور اپنی عترت کے متعلق تم ان پر سبقت نہ لے جاؤ۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور ان کو سکھاؤ۔ پڑھاؤ مت، وہ تم سے زیادہ جاننے والے ہیں پس آنحضرت کے اس قول سے ان پر حجت تمام ہو گئی اور خدا کی اس کتاب سے جسے لوگ پڑھتے ہیں پس اہلبیت کی فضیلت، رسولؐ کے کلام، قرآن کے بیان سے لوگوں پر ظاہر ہوتی رہی۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے، خدا ارادہ رکھتا ہے کہ اے اہلبیتؑ! خدا تم سے ہر قسم کی نجاست کو دور رکھے اور پاک رکھے جو حق پاک رکھنے کا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ جو مال غنیمت تم کو ملے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسولؐ اور ذوی القربیٰ کا ہے اور فرمایا ذوی القربیٰ کا حق ادا کرو۔ اس سے مراد علی ہیں اور ان کا حق وہ وصیت تھی جو ان کے لئے کی گئی اور اسم اکبر اور میراث علم آثار نبوت تھے اور فرمایا۔ اے رسولؐ تم کہہ دو کہ میں تم سے ذوی القربیٰ کی محبت کے سوا اور کچھ نہیں چاہتا اور فرمایا جب مودت کے متعلق سوال کیا جائے گا کہ کس گناہ پر قتل کیا گیا یعنی خدا فرماتا ہے کہ میں تم سے سوال کروں گا اس مودت کے متعلق کہ جن کی فضیلت تم پر نازل کی گئی تھی تم نے کس گناہ پر ان کو قتل کیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر تم نہیں

۷۔ تو شیعہ نے حضرت عمر کا جواب کہ ہمیں اللہ کی کتاب ہی کافی کا انکار کرکے قرآن کا منکر تو بنا ہی لیکن اہلبیت پر بھی سبقت لینے کی کوشش کی اور اس طعن کو شروع کیا جسے ساری زندگی حضرت علی نے بیان نہیں کیا۔

۸۔ شیعہ کا یہ کہنا کہ آپ ﷺ مجبور ہو گئے تھے یہ تو ان کی عادت اور وصف نبوت کے خلاف تھا جیسا کہ غزوہ احد کے وقت دیکھا جا سکتا کہ کیسے آپ ﷺ نے وہی کام کیا جس کام کی آپ خواہش رکھتے تھے:

سورۂ آل عمران و سورۂ نساء

پارہ ۳، رکوع ۹ تا پارہ ۶، رکوع ۴

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مفتی اعظم پاکستان

مکتبہ معارف القرآن کراچی ۱۴

غزوۂ اُحد کا پس منظر آیت مذکورہ کی تفسیر سے قبل ضروری ہے کہ غزوۂ احد کے واقعات کا پس منظر کو سمجھ لیا جائے۔

رمضان المبارک ۲ھ میں بدر کے مقام پر قریشی فوج اور مسلمان مجاہدین میں جنگ ہوئی، جس میں کفارِ مکہ کے ستر نامور اشخاص مارے گئے، اور اسی قدر گرفتار ہوئے، اس تباہ کن اور ذلت آمیز شکست سے جو حقیقتاً عذابِ الٰہی کی پہلی قسط تھی قریش کا جذبۂ انتقام بھڑک اٹھا، جو سردار مارے گئے تھے ان کے اقارب نے تمام عرب کو غیرت دلائی، اور یہ معاہدہ کیا کہ جب تک ہم اس کا بدلہ مسلمانوں سے نہ لیلیں گے چین سے نہ بیٹھیں گے، اور اہلِ مکہ سے اپیل کی کہ ان کا تجارتی قافلہ جو مال شام سے لایا ہے وہ سب اسی مہم پر خرچ کیا جائے، تاکہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں سے اپنے مقتولین کا بدلہ لے سکیں، سب نے منظور کیا، اور ۳ھ میں قریش کے ساتھ بہت سے دوسرے قبائل بھی مدینہ پر چڑھائی کرنے کی غرض سے نکل پڑے، حتیٰ کہ عورتیں بھی ساتھ آئیں تاکہ موقع آنے پر مردوں کو غیرت دلا کر پسپائی سے روک سکیں، جس وقت یہ تین ہزار کا لشکر اسلحہ وغیرہ سے پوری طرح آراستہ ہو کر مدینہ سے تین چار میل جبلِ اُحد کے قریب خیمہ زن ہوا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے مشورہ لیا۔ آپؐ کی رائے مبارک یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ بہت آسانی اور کامیابی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے، یہ پہلا موقع تھا کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی جو بظاہر مسلمانوں میں شامل تھا، اس سے بھی رائے لی گئی، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے موافق تھی مگر بعض پُرجوش مسلمان جنھیں بدر کی شرکت نصیب نہ ہوئی تھی اور شوقِ شہادت بے چین کر رہا تھا مُصر ہوئے کہ ہم کو باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہئے، تاکہ دشمن ہمارے بارے میں بزدلی اور کمزوری کا گمان نہ کرے، کثرتِ رائے اسی طرف ہوگئی۔

اس عرصہ میں آپؐ مکان کے اندر تشریف لے گئے، اور زرہ پہن کر باہر آئے، تو اس وقت بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ ہم آپؐ کو آپؐ کی رائے کے خلاف مدینہ سے باہر جنگ کرنے پر مجبور کیا، یہ غلط ہوا، اس لئے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ اگر آپؐ کا منشاء نہ ہو تو

164 / 629

یہیں تشریف رکھئے، فرمایا: "ایک پیغمبر کو سزاوار نہیں کہ جب وہ زرہ پہن لے اور ہتھیار لگالے پھر بدون قتال کئے ہوئے بدن سے اتارے" اس جملہ میں نبی اور غیر نبی کا فرق واضح ہو رہا ہے کہ نبی کی ذات سے کبھی کمزوری کا اظہار نہیں ہو سکتا، اور اس میں امت کے لئے بھی ایک بڑا سبق ہے۔

جب آپؐ مدینہ سے باہر تشریف لے گئے، تقریباً ایک ہزار آدمی آپؐ کے ساتھ تھے، مگر منافق عبداللہ بن ابی تقریباً تین سو آدمیوں کو ساتھ لے کر راستہ سے یہ کہتا ہوا واپس ہوگیا کہ جب میرا مشورہ نہ مانا اور دوسروں کی رائے پر عمل کیا تو ہم کو لڑنے کی ضرورت نہیں، کیوں ہم خواہ مخواہ اپنے کو ہلاکت میں ڈالیں، اس کے ساتھیوں میں زیادہ تو منافقین ہی تھے، مگر بعض مسلمان بھی ان کے فریب میں آکر ساتھ لگ گئے تھے۔

۹- چنانچہ شیعہ کا یہ کہنا کہ آپ ﷺ صحابہ کے جواب پر خاموش ہونا بطور مجبوری تھا یہ ایک باطل عمل اور آپ کی گزشتہ عادت کے خلاف ہے اور یہ ان کی باطل تاویل اور کفر کی طرف لے جانے والی تاویل ہے۔

۱۰- اور خود احادیث رسول ﷺ سے ثابت ہے کہ جب آپ ﷺ حضرت عمر کی کسی تجویز سے متفق ہوئے اور اس وقت بیماری کی حالت مین بھی نا تھے تو آپ ﷺ نے اسی رائے کو تسلیم جس سے آپ متفق تھے:

حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ الْحَنَفِيُّ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: كُنَّا قُعُودًا حَوْلَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَعَنَا أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ فِي نَفَرٍ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ أَظْهُرِنَا، فَأَبْطَأَ عَلَيْنَا، وَخَشِينَا أَنْ يُقْتَطَعَ دُونَنَا، وَفَزِعْنَا، فَقُمْنَا، فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ، فَخَرَجْتُ أَبْتَغِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَتَيْتُ حَائِطًا لِلْأَنْصَارِ [ص:60] لِبَنِي النَّجَّارِ، فَدُرْتُ بِهِ هَلْ أَجِدُ لَهُ بَابًا؟ فَلَمْ أَجِدْ، فَإِذَا رَبِيعٌ يَدْخُلُ فِي جَوْفِ حَائِطٍ مِنْ بِئْرٍ خَارِجَةٍ - وَالرَّبِيعُ الْجَدْوَلُ - فَاحْتَفَزْتُ، فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «أَبُو هُرَيْرَةَ» فَقُلْتُ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «مَا شَأْنُكَ؟» قُلْتُ: كُنْتَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا، فَقُمْتَ فَأَبْطَأْتَ عَلَيْنَا، فَخَشِينَا أَنْ تُقْتَطَعَ دُونَنَا، فَفَزِعْنَا، فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ، فَأَتَيْتُ هَذَا الْحَائِطَ، فَاحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ، وَهَؤُلَاءِ النَّاسُ وَرَائِي، فَقَالَ: «يَا أَبَا هُرَيْرَةَ» وَأَعْطَانِي نَعْلَيْهِ، قَالَ: «اذْهَبْ بِنَعْلَيَّ هَاتَيْنِ، فَمَنْ لَقِيتَ مِنْ وَرَاءِ هَذَا الْحَائِطَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ، فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ»، فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ لَقِيتُ عُمَرُ، فَقَالَ: مَا هَاتَانِ النَّعْلَانِ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ فَقُلْتُ: هَاتَانِ نَعْلَا رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَعَثَنِي بِهِمَا مَنْ لَقِيتُ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ، بَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ، فَضَرَبَ عُمَرُ بِيَدِهِ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَخَرَرْتُ لِاسْتِي، فَقَالَ: ارْجِعْ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، فَرَجَعْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَجْهَشْتُ بُكَاءً، وَرَكِبَنِي عُمَرُ، فَإِذَا هُوَ عَلَى أَثَرِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا لَكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟» قُلْتُ: لَقِيتُ عُمَرَ، فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي بَعَثْتَنِي بِهِ، فَضَرَبَ بَيْنَ ثَدْيَيَّ ضَرْبَةً خَرَرْتُ لِاسْتِي، قَالَ: ارْجِعْ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا عُمَرُ، مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا فَعَلْتَ؟» قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، بِأَبِي أَنْتَ، وَأُمِّي، أَبَعَثْتَ أَبَا هُرَيْرَةَ بِنَعْلَيْكَ، مَنْ لَقِيَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُسْتَيْقِنًا

بِهَا قَلْبُهُ بَشَّرَهُ بِالْجَنَّةِ؟ قَالَ: «نَعَمْ»، قَالَ: فَلَا تَفْعَلْ، فَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَتَّكِلَ النَّاسُ عَلَيْهَا، فَخَلِّهِمْ يَعْمَلُونَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَخَلِّهِمْ»

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں طرف ایک جماعت (کی صورت) میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے ساتھ حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان سے اٹھے (اور کسی طرف چلے گئے)، پھر آپ نے ہماری طرف (واپسی میں) بہت تاخیر کر دی تو ہم ڈر گئے کہ کہیں ہمارے بغیر آپ کو کوئی گزند نہ پہنچائی جائے۔ اس پر ہم بہت گھبر ائے اور (آپ کی تلاش میں نکل) کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے میں ہی گھبر ایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنے نکلا یہاں تک کہ میں انصار کے خاندان بنو نجاز کے چار دیواری (فصیل) سے گھرے ہوئے ایک باغ تک پہنچا اور میں نے اس کے ارد گرد چکر لگایا کہ کہیں پر دروازہ مل جائے لیکن مجھے نہ ملا۔ اچانک پانی کی ایک گزر گاہ دکھائی دی جو باہر کے کنوئیں سے باغ کے اندر جاتی تھی (ربیع آب پاشی کی چھوٹی سی نہر کو کہتے ہیں) میں لومڑی کی طرح سمٹ کر داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ آپ نے پوچھا: ” ابو ہریرہ ہو؟“ میں نے عرض کی: جی ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ”تمہیں کیا معاملہ درپیش ہے؟“ میں نے عرض کی: آپ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے، پھر وہاں سے اٹھ گئے، پھر آپ نے ہماری طرف (واپس) آنے میں دیر کر دی تو ہمیں خطرہ لاحق ہوا کہ آپ ہم سے کاٹ نہ دیے جائیں۔ اس پر ہم گھبر اگئے، سب سے پہلے میں گھبر اکر نکلا تو اس باغ تک پہنچا اور اس طرح سمٹ کر (اندر گھس) آیا ہوں جس طرح لومڑی سمٹ کر گھستی ہے اور یہ دوسرے لوگ میرے پیچھے (آرہے) ہیں۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ!“ اور مجھے اپنے نعلین (جوتے) عطا کیے اور ارشاد فرمایا: ”میرے یہ جوتے لے جاؤ اور اس چار دیواری کی دوسری طرف تمہیں جو بھی ایسا آدمی ملے جو دل کے پورے یقین کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتا ہو، اسے جنت کی خوش خبری سنادو۔“ سب سے پہلے میری ملاقات عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہوئی، انہوں نے نے کہا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! (تمہاری ہاتھ میں) یہ جوتے کیسے ہیں؟ میں نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین (مبارک) ہیں۔ آپ نے مجھے یہ نعلین (جوتے) دے کر بھیجا ہے کہ جس

کسی کو ملوں جو دل کے یقین کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتا ہو، اسے جنت کی بشارت دے دوں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے میرے سینے پر اپنے ہاتھ سے ایک ضرب لگائی جس سے میں اپنی سرینوں کے بل گر پڑا اور انہوں نے کہا: اے ابو ہریرہ! پیچھے لوٹو۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس عالم میں واپس آیا کہ مجھے رونا آرہا تھا اور عمر رضی اللہ عنہ میرے پیچھے لگ کر چلتے آئے تو اچانک میرے عقب سے نمودار ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) کہا: "اے ابو ہریرہ !تمہیں کیا ہوا؟ میں نے عرض کی: میں نے عرض: میں عمر سے ملا اور آپ نے مجھے جو پیغام دے کر بھیجا تھا، میں نے انہیں بتایا تو انہوں نے میرے سینے پر ایک ضرب لگائی ہے جس سے میں اپنی سرینوں کے بل گر پڑا، اور مجھ سے کہا کہ پیچھے لوٹو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عمر! تم نے جو کیا اس کا سبب کیا ہے؟" انہوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں! کیا آپ نے ابو ہریرہ کو اس لیے نعلین دے کر بھیجا تھا کہ دل کے یقین کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی شہادت دینے والے جس کسی کو ملے، اسے جنت کی بشارت دے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں۔" عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: تو ایسا نہ کیجیے، مجھے ڈر ہے کہ لوگ بس اسی (شہادت) پر بھروسا کر بیٹھیں گے، انہیں چھوڑ دیں کہ وہ عمل کرتے رہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اچھا تو ان کو چھوڑ دو۔"

صحیح مسلم حدیث نمبر:147

کتاب: ایمان کا بیان

اس بات کی دلیل کہ جو شخص توحید پر فوت ہوا، وہ لازماً جنت میں داخل ہو گا

برھان دوم:

حدیث قرطاس پر چند معصومانہ سنی سوالات:

۱۔کیا نبی کے حکم کا انکار کرکے سارے صحابہ جو وہاں پر موجود تھے اطاعت الٰہی کے منکر ہوئے کہ نہین کیوں کہ قرآن میں ہے کہ آپ ﷺ اپنی مرضی سے نہیں بولتے اور آپ ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے ؟

۲۔موجودہ قرآن ان صحابہ کی تکفیر کی وجہ سے (جو آپ ﷺ کی اطاعت نا کرنے کی وجہ سے ہوئی) تو کیا اس کے تواتر پر کیا کوئی فرق پڑتا ہے یا نہین کیوں کہ انہی. صحابہ نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد اس قرآن کو دنیا میں پھیلایا ؟

۳۔کیا قرآن کو کوئی کافر اکھٹا کر سکتا ہے؟

۴۔اگر آپ ﷺ چاہتے تھے کہ یہ وصیت لکھی جائے اور صحابہ کے انکار کی وجہ نا لکھ سکے تو کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ صحابہ کے پیچھے چلتے رہے ان کی اطاعت کرتے رہے ؟

۵۔کیا آپ ﷺ کو جو وحی آتی تھی تو کیا وہ اس بارے صحابہ کی رہنمائی سے چلتے تھے کیوں کہ آخری وقت اگر معترض بقول آپ ﷺ نے صحابہ کی رائے پر توقف کیا تو کیا اس سے پہلے بھی اس طرح کا کام کرتے رہے ہیں؟

۶۔آپ ﷺ کے آخری وقت اہلبیت کدھر تھے؟

۷۔اگر یہ تحریر اتنی قیمتی تو کیا قرآن اس زمانے میں ناکافی تصور ہو گا؟

۸۔اگر حضرت عمرؓ کی غلطی تھی تو یہ ماننا پڑے گا کہ انہوں نے جو جواب دیا تھا ہمین اللہ کی کتاب کافی ہے تو اس جواب کا انکار کفر نہیں ہو گا کیوں کہ قرآن تو اس وقت تک مکمل ہو چکا تھا؟

۹- روایت میں ائتونی جیسے الفاظ کے استعمال سے تو واضح کے یہ حکم تو سب لوگوں پر ہے توآخر کس دلیل کی بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عمر کو کی طرف اشارہ کرکے کہا گیا جب کہ روایت مین تو دیگر صحابہ کے بات کرنے کا بھی ذکر ہے؟

۱۰- عقلی قاعدہ ہے کہ اگر کسی شخص کے غلط عمل پر طاقت ہونے باوجود خاموشی اختیار کی جائے تو یہ چیز اس کے عمل پر رضامندی ظاہر کرتی ہے تو کیا اہلبیت نے بھی اسی حکم مین شامل نہین ہوں گے کیا؟

۱۱- سامان کتابت تو اہلبیت کے پاس موجود تھا کیونکہ وحی کی کتابت مسجد نبوی مین ہوتی تھی جب کہ دیگر صحابہ کو تو یہ سامان باہر سے لانا پڑتا توآخر کیوں سب نے بشمول اہلبیت نے حضرت عمرؓ کے جواب کہ اللہ کی کتاب ہی کافی ہے پر اکتفاء کیا؟

۱۲- کیا کسی اہلسنت کی کسی کتاب سے صحیح سند کے ساتھ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ حضرت عمر کے جواب پر آپ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار کیا ہو کیونکہ آپ ﷺ نے حضرت عمر کے جواب کے بعد کسی سامان لانے کا حکم نہیں دیا بلکہ جو سامان لائے انہین بھی منع کر دیا؟

۱۳- حضرت عمر کے انکار پر رضامندی ظاہر کرکے کیا آپ ﷺ نے فلما بلغت رسالته کیا اس کی نافرمانی کے مرتکب نہین ہوئے؟

برہان سوم:

الزامی جواب:

اردو ترجمہ

حیات القلوب

در بیان امامت

علامہ سید محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ

مولوی سید بشارت حسین صاحب کامل مرزا پوری

امامیہ کتب خانہ
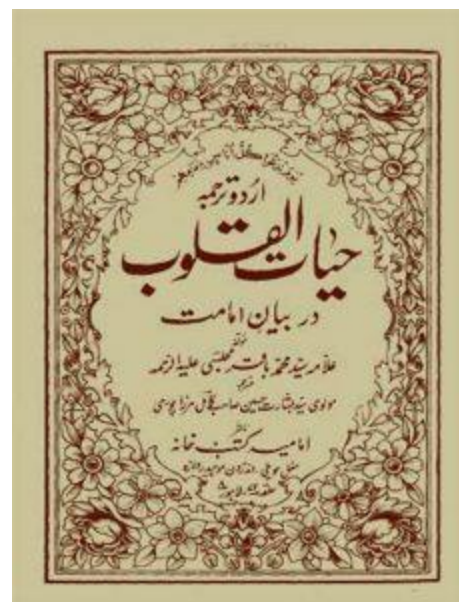
ترجمہ حیات القلوب جلد دوم ۶۴۴ اڑتیسواں باب غزوۂ حدیبیہ اور بیعت رضوان

اڑتیسواں باب ۳۸

غزوۂ حُدَیبیہ اور بیعتِ رضوان کا بیان

زیادہ مشہور یہ ہے کہ غزوۂ حدیبیہ ۶ھ میں اور بعض کہتے ہیں ۸ھ میں واقع ہوا۔ علی بن ابراہیم نے بسند حسن بلکہ بسند صحیح حضرت صادقؑ سے قول خدا اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۙ (پ ۲۶ آیت ۱ سورۃ فتح) کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ اس سورۃ کے نازل ہونے کا سبب اور فتح عظیم یہ ہے کہ خداوند عالم نے آنحضرتؐ کو خواب میں حکم دیا کہ مسلمانوں کے ساتھ مسجد الحرام میں داخل ہوں اور طواف کریں اور سر

آئے اور کہا کہ قریش نے وہ شرطیں جو آپ نے پیش کی تھیں منظور کرلیں کہ مسلمان مکہ میں رہتے ہوئے اپنے اسلام کا اظہار کریں اُن کو اپنے دین سے پھرنے پر کوئی مجبور نہ کرے گا۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیرالمومنینؑ کو صلحنامہ لکھنے کے لئے بلایا آپ نے لکھنا شروع کیا بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ سہیل بن عمرو نے کہا ہم رحمٰن کو نہیں جانتے جس طرح آپ کے آباؤ اجداد لکھا کرتے تھے بِاسۡمِكَ اللّٰهُمَّ آپ بھی لکھئے۔ جناب رسولِ خدا نے فرمایا اسیطرح لکھدو کیونکہ یہ بھی خدا کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس کے بعد امیرالمومنینؑ نے لکھا یہ فیصلہ اور صلح ہے جس پر خدا کے رسول محمدؐ اور قریش کے بزرگوں نے اتفاق کیا ہے۔ سہیل نے کہا اگر ہم یہ جانتے کہ آپ رسولِ خدا ہیں تو آپ سے جنگ نہ کرتے۔ اس طرح لکھو کہ یہ فیصلہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے اتفاق کیا ہے۔ اے محمدؐ کیا آپ کی بے عزتی ہے کہ اپنا نسب ظاہر کریں اور اس طرح لکھیں حضرتؐ نے فرمایا میں خدا کا رسولؐ ہوں اگرچہ تم اقرار نہ کرو۔ پھر فرمایا اے علیؑ اس کو مٹا دو اور محمدؐ بن عبداللہ لکھدو جیسا کہ وہ کہتا ہے حضرت علیؑ نے فرمایا میں آپ کا اسمِ مبارک پیغمبری سے ہرگز محو نہ کروں گا تو آنحضرتؐ نے اپنے دستِ مبارک سے مٹا دیا۔ پھر حضرت علیؑ نے لکھا کہ یہ صلحنامہ ہے جس پر محمدؐ بن عبداللہ اور اشراف قریش اور سہیل بن عمرو نے صلح کی کہ دس سال تک اُن کے درمیان آپس میں جنگ نہ ہوگی، ایک دوسرے کی دستگیری کریں گے اور

لہ مؤلف فرماتے ہیں کہ حضرتؐ نے یہ عتاب آمیز گفتگو جناب عمر سے کی جبکہ انہوں نے حضرتؐ کے وعدہ کی تکذیب کی۔ اور ابن ابی الحدید نے حضرتؐ کی اس یاددہانی سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عمر روزِ اُحد بھاگے ہوں گے جس کا ذکر آنحضرتؐ نے اپنے عتاب میں فرمایا ہے۔ ۱۲

۱۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت عمر بقول شیعہ آپ ﷺ کا فیصلہ نہیں مانا تو وہ تو کافر بن گئے اور آیت وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا آیت ۷ سورہ حشر (جو کچھ رسول تمہیں دے اسے لے لو اور جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔) اور مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ﴿۲﴾ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿۳﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴿۴﴾ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ﴿۵﴾ سورہ نجم (کہ تمہارا یہ ساتھی پیغمبرِ اسلامؐ نہ گمراہ ہوا ہے اور نہ بہکا ہے۔(2) اور وہ (اپنی) خواہشِ نفس سے بات نہیں کرتا۔ (3) وہ تو بس وحی (بات کرتا) ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔(4)) کے منکر بنے تو صلح حدیبیہ کی یہ روایت جسے باقر مجلسی

خود صحیح روایت کا درجہ دے رہا ہے کیا حضرت علی پر بھی یہی فتوی نہین لگتا جو فتوی حضرت عمر پر لگتا ہے چنانچہ جو جواب حضرت علی کے متعلق شیعہ دیں گے ہمارا بھی وہی جواب حضرت عمر کے متعلق ہو گا۔

۲۔اس روایت میں تو واضح حکم حضرت علیؓ کی طرف ہے لیکن حضرت علی اپنی فرط محبت میں حکم ماننے سے انکاری ہین چنانچہ یہ روایت تو حدیث قرطاس سے زیادہ واضح اور محکم ہے۔

۳۔اہلسنت کی روایت مین تو یہ بھی لکھا ہے کہ وہ جو صحابہ مین اختلاف ہوا تھا اس مین تو اہل بیت کے افرا بھی موجود تھے جیسا کہ بخاری میں ہے:

بَابُ مَرَضِ النَّبِيِّ ﷺ وَوَفَاتِهِ

4432 حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا حُضِرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمُّوا أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمْ الْقُرْآنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوا فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ قَرِّبُوا يَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالِاخْتِلَافَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُومُوا قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ فَكَانَ يَقُولُ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذَلِكَ الْكِتَابَ لِاخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ

مطلب اختلاف تو اہلبیت میں ہوا یقیننا وہاں دیگر اصحاب بھی موجود تھے لیکن وہاں اہل بیت بھی موجود تھے اگر صحابہ آواز اونچی کرنے کی وجہ سے مردود ہیں تو اہلبیت تو بدرجہ اولی مردود ہوں گے اگر شیعوں کے قاعدے کے حساب سے۔جب اس روایت میں کسی جگہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت عمرؓ کی آواز آپ ﷺ سے اونچی ہوئی ہو بلکہ حضرت عمرؓ کے جواب کے بعد یہ اختلاف اہلبیت میں شروع ہوا۔

۴۔اور اہلسنت کی کتب مین یہ حدیث بھی درج ہے کہ یہ قلم و دوات لانے کا حکم آپ ﷺ نے حضرت علی کو دیا تھا:

جامع المسانيد والسنن

الهادي لأقوم سنن

للإمام الحافظ عماد الدين إسماعيل بن عمر
ابن كثير الدمشقي
رحمه الله ٧٠١ - ٧٧٤هـ

دراسة وتحقيق

د/ عبد الملك بن عبد الله بن دهيش
الرئيس العام لتعليم البنات سابقاً - المملكة العربية السعودية

* * *

نعيم بن يزيد، عنه

٨٥١ ــ حدثنا بكر بن عيسى الراسبي حدثنا عمر بن الفضل عن نعيم بن يزيد عن علي بن أبي طالب قال: أمرني النبي صلى الله عليه وسلم أن آتيه بطبق يكتب فيه ما لا تضل أمته من بعده، قال: فخشيت أن تفوتني نفسه، قال: قلت: إني أحفظ وأعي، قال: أوصي بالصلاة والزكاة وما ملكت أيمانكم.

تفرد به[٥٧١].

* * *

هانىء بن هانىء الهمداني الكوفي،

عن علي

٨٥٢ ــ حدثنا وكيع حدثنا سفيان قال أبو إسحاق عن هانىء بن هانىء عن علي قال: كنت جالساً عند النبي صلى الله عليه وسلم، فجاء عمار فاستأذن، فقال: ائذنوا له، مرحباً بالطيب المطيب[٥٧٢].

---

(٥٧٠) رواه الإمام أحمد في مسنده (١:١٤٠)، وطبعة شاكر (١١٨٧)، وإسناده صحيح، وهو مطول (٨٤٨).

(٥٧١) رواه الإمام أحمد في مسنده (١:٩٠) وطبعة شاكر رقم (٦٩٣)، وإسناده حسن.

(٥٧٢) أخرجه الإمام أحمد في مسنده (١:١٠٠) وطبعة شاكر رقم (٧٧٩)، وإسناده صحيح.

الفتح الرباني
مسند الإمام أحمد بن حنبل
ومعه كتاب
بلوغ الأماني
من أسرار الفتح الرباني
كلاهما تأليف
احمد عبد الرحمن البنا
الشهير بالساعاتي
الجزء الأول
الطبعة الأولى — الطبعة الثانية
دار إحياء التراث العربي
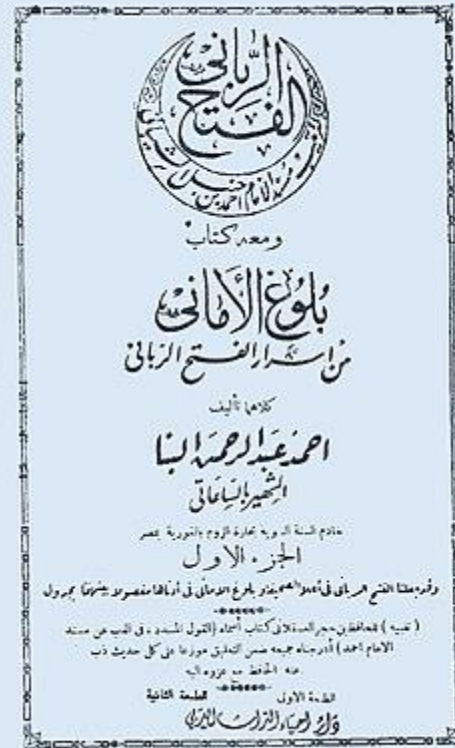
٤٩١ { عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه } (١) قال أمرني رسول الله ﷺ أن آتيه بطبق (٢) يكتب فيه مالا تضل أمته من بعده ، قال فخشيت أن تفوتني نفسه (٣) قال قلت إني أحفظ وأعي، قال أوصي بالصلاة والزكاة وما ملكت ايمانكم

٤٩٢ { عن عائشة رضي الله عنها } (٤) قالت لما ثقل رسول الله ﷺ قال رسول الله ﷺ لعبد الرحمن بن ابي بكر ائتني بكتف (٥) أو لوح حتى أكتب لأبي بكر كتاباً لا يختلف عليه ، فلما ذهب عبد الرحمن ليقوم قال أبي الله والمؤمنين أن يختلف عليك (٦) يا أبا بكر (ومن طريق ثان) قال حدثنا مؤمل قال ثنا ابن أبي مليكة عن عائشة قالت لما كان وجع النبي ﷺ الذي قبض فيه قال ادعوا لي أبا بكر وابنه فليكتب لكيلا يطمع في أمر أبي بكر طامع ولا يتمنى متمن (٧) ثم قال يأبى الله ذلك والمسلمون مرتين وقال مؤمل (٨) مرة والمؤمنون ، قالت عائشة فأبى الله والمسلمون، وقال مؤمل مرة والمؤمنون إلا أن يكون أبي فكان أبي (٩)

٤٩٣ { عن جابر } (١٠) أن النبي صلى الله عليه وسلم دعا عند موته بصحيفة ليكتب فيها كتاباً لا يضلون بعده ، قال فخالف عليها عمر بن الخطاب (١١) حتى رفضها

---

(١) { سنده } حدثنا بكر بن عيسى الراسبي حدثنا عمر بن الفضل عن نعيم بن يزيد عن علي بن أبي طالب الخ
{ غريبه } (٢) الطبق بفتحتين قال في القاموس عظم رقيق يفصل بين كل فقارين وكانوا يكتبون على العظام والكتف بفتح الكاف وكسر التاء المثناة فوق عظم عريض يكون في أصل كتف الحيوان من

یہ مسند احمد بن حنبل کی حدیث ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

حضرت علی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ کاغذ قلم لے کر آوں اور آپ اس میں وہ نصیحت لکھ دیں جس سے بود میں امت گمراہ نا ہو۔ مجھے اندیشہ تھا کہ حضور کہیں میری غیر حاضری میں وفات نا پا جائیں تو میں کہا کہ آقا ﷺ میں اسے زبانی یاد رکھوں گا آپ ﷺ نے کہا نماز و زکوۃ کی پابندی کرنا اور غلام کا دھیان رکھنا، اور ان سے کوئی زیادتی نا کرنا۔

۵-میں شیعوں سے پوچھتا ہوں کہ جو فتوی عمرؓ پر لگاتے ہو قلم و دوات نا لانے پر اب انصاف پسند ہو کر علی پر بھی وہی فتوی لگاو۔ جب کہ اس سے تو ہمارا ایک اور مدعا ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا جواب حسبنا کتاب اللہ (ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے) یہی رائے حضرت علی کی بھی تھی وگرنہ وہ تو کاغذ قلم لے آتے آخر تمہارے نزدیک یہ تو ان کی خلافت کا جو معاملہ تھا۔

٦-اس سے ایک اور نقطہ یہ نکلتا ہے کہ اہل بیت کے افراد دونوں گروہوں میں شریک تھے اور مولا علیؑ کی رائے بھی وہئ تھے جو کہ حضرت عمرؓ کی رائے تھی۔

٦-اور بقول تم شیعوں کے حضرت علیؓ و عباسؓ آخر وقت تک آپ ﷺ کے پاس رہے جیسا کہ کتب شیعہ سے ثابت ہے:

اعلام الورى

باعلام الهدى

تأليف

امين الاسلام ابى على الفضل بن الحسن الطبرسى قدس سره

من اعلام القرن السادس

صححه وعلق عليه على اكبر الغفاري

الناشر
دار المعرفة
للطباعة والنشر
بيروت - لبنان

اعلام الورى باعلام الهدى - ج ١ > مرض رسول الله (ص) >

فهرست موضوعات | مرض رسول الله (ص) | جستجو

وفاة رسول الله (ص) ودفنه | بيعة غدير خم

عصابة كان يشدها على بطنه إذا لبس درعه ـ ويروى :أنّ جبرئيل نزل بها من السماء ـ فجيء بها إليه ، فدفعها إلى امير المؤمنين عليه السلام وقال له : «اقبض هذا في حياتي ». ودفع إليه بغلته وسرجها وقال : «امض على اسم الله إلى منزلك » .

فلمّا كان من الغد حجب الناس عنه ، وثقل في مرضه صلّى الله عليه وآله وسلّم ، وكان عليّ لا يفارقه إلاّ لضرورة، فقام في بعض شؤونه فأفاق إفاقة فافتقد عليّاً فقال : «ادعوا لي أخي وصاحبي » وعاوده الضعف فاصمت ، فقالت عائشة : أُدعوا أبا بكر، فدعي فدخل ، فلمّا نظر إليه أعرض عنه بوجهه ، فقام أبو بكر. فقال : «أُدعوا لي أخي وصاحبي » فقالت حفصة : أُدعوا له عمر ، فدعي ، فلمّا حضر رآه النبيّ عليه السلام فأعرض عنه بوجهه فانصرف .

ثمّ قال : «أُدعوا لي أخي وصاحبي » فقالت أمّ سلمة : ادعوا له عليّاً فإنّه لا يريد غيره ، فدعي أمير المؤمنين عليه السلام ، فلمّا دنا منه أومأ إليه فأكبّ علجه ، فناجاه رسول الله صلّى الله عليه وآله وسلّم طويلاً، ثمّ قام فجلس ناحية حتّى أغفى رسول الله صلّى الله عليه وآله وسلّم ، فلمّا أغفى خرج فقال له الناس : يا أبا الحسن ما الذي أوعز إليك ؟ فقال : «علّمني رسول الله ألف باب من العلم فتح لي كلّ باب ألف باب ، ووصاني بما أنا قائمٌ به إن شاء اللهّ».

ثمّ ثقل رسول الله صلّى إللهّ عليه وآله وسلّم وحضره الموت ، فلمّا قرب خروج نفسه قال له : «ضع رأسي يا عليّ في حجرك فقد جاء أمر الله عزّ وجل ، فإذا فاضت نفسي فتناولها بيدك وامسح بها وجهك ، ثمّ وجّهني إلى القبلة ، وتولّ أمري ، وصلّ عليّ أوّل الناس ، ولا تفارقني حتّى تواريني في رمسي ، واستعن بالله عزّ وجل » .

وأخذ عليّ رأسه فوضعه في حجره فأُغمي عليه ، وأكبّت فاطمة عليهاالسلام تنظر في وجهه وتندبه وتبكي وتقول :

«وأبيض يستسقي الغمام بوجهه * ثمال اليتامى عصمة للأرامل »

ففتح رسول الله صلّى الله عليه وآله وسلّم عينيه وقال بصوت ضئيل :«يا بنيّة هذا قول عمّك أبي طالب لا تقوليه ، ولكن قولي : (وَما مُحَمَّدٌ الاّ رَسُولٌ قَد خَلَت مِن قَبلِهِ الرُسُلُ اَفاِن ماتَ اَو قُتِلَ اَنقَلَبتُم عَلى أعقابِكُم)(٣)»فبكت طويلاً، فاومأ إليها بالدنوّ منه ، فدنت إليه ، فأسر إليها شيئاً هلل له وجهها.

---

(١) انظر: ارشاد المفيد ١: ١٨٠، قصص الأنبياء للراوندي: ٣٥٧ | ٤٣٢، سيرة ابن هشام ٤: ٣٠٠، تاريخ اليعقوبي ٢: ١١٣.

(٢) كذا .

ترجمہ: جب صبح ہوئی تو تمام لوگ جدا ہو گئے لیکن علیؑ متواتر آپ ﷺ کے ساتھ موجود رہے مگر بوقت ضرورت آپ سے جدا ہوئے۔
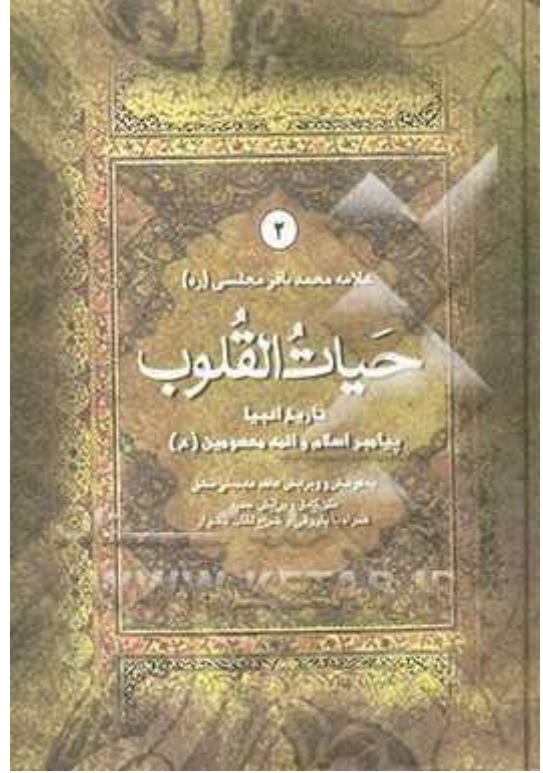
کند کسی را که تخلف کند از آن تا آنکه مرّات بسیار فرمود این را.

و بلال مؤذن رسول خدا صلّی الله علیه و آله و سلّم در وقت هر نماز اذان می گفت، پس اگر حضرت را ممکن بود بیرون رفتن با تعب و مشقت بیرون می رفت و با مردم نماز می کرد، و اگر قدرت نداشت که بیرون رود علی بن ابی طالب علیه السّلام را امر می کرد که با مردم نماز کند، و حضرت امیر المؤمنین علیه السّلام و فضل پسر عباس در این مرض از حضرت جدا نمی شدند و پیوسته در خدمت آن حضرت بودند؛ پس در صبح آن روزی که آن ملاعین در شب داخل مدینه شدند بلال اذان گفت و به خانه حضرت آمد به عادت معهود که خبر کند حضرت را برای نماز، چون مرض آن حضرت ثقیل بود بر آمدن او مطلع نگردید و نگذاشتند او را که داخل خانه شود، پس عایشه صهیب را به نزد پدرش ابو بکر فرستاد و گفت: بگو او را که مرض حضرت سنگین شده است و خود نمی تواند به نماز حاضر شود و علی بن ابی طالب مشغول پرستاری آن حضرت است، تو برو و با مردم نماز کن که این حالت نیکی است برای تو و این نماز بعد از این بکار تو خواهد آمد.

حیاه القلوب، ج 4، ص: 1431

و مردم در مسجد جمع شده بودند و انتظار می کشیدند که حضرت رسول صلّی الله علیه و آله و سلّم یا حضرت امیر المؤمنین علیه السّلام بیایند و نماز کنند موافق عادت معهود، ناگاه ابو بکر داخل مسجد شد و گفت: مرض حضرت رسول

ترجمہ: حضرت علیؓ اور عباسؓ بیماری کی حالت میں آپ ﷺ سے کبھی جدا نہیں ہوئے بلکہ لگاتار آتے رہے۔

اور جمعرات کے دن آپ ﷺ نے انہیں بلایا جیسا کہ بخاری کی روایت سے ثابت ہے:

كِتَابُ المَغَازِي

بَابُ مَرَضِ النَّبِيِّ ﷺ وَوَفَاتِهِ

4431 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَوْمُ الْخَمِيسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ فَقَالَ ائْتُونِي أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا فَتَنَازَعُوا وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوا مَا شَأْنُهُ أَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوهُ فَذَهَبُوا يَرُدُّونَ عَلَيْهِ فَقَالَ دَعُونِي فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ وَأَوْصَاهُمْ بِثَلَاثٍ قَالَ أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ وَسَكَتَ عَنْ الثَّالِثَةِ أَوْ قَالَ فَنَسِيتُهَا

جب کہ آپ ﷺ کی وفات پیر کو ہوئی جیسا کہ جمہور علما کا یہی قول ہے ،
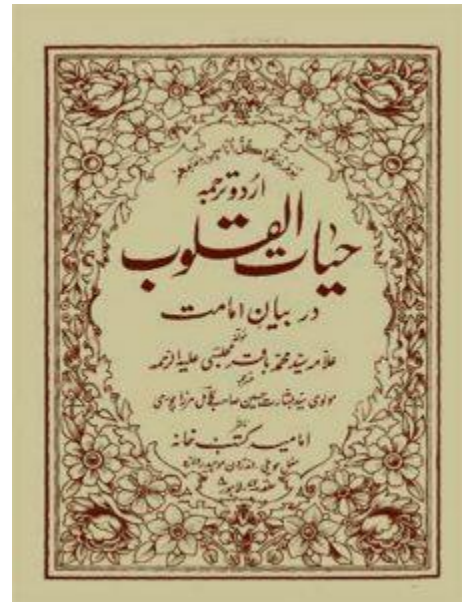
اکثر علمائے شیعہ کا اعتقاد یہ ہے کہ حضرتؐ کی تاریخ وفات ماہِ صفر کی (۲۸) اٹھائیس ہے۔ اور علمائے عامہ کی اکثریت نے بارہ ۱۲ ربیع الاول بیان کیا ہے۔ اور ہمارے علماء میں سے محمد بن یعقوب کلینی اس قول کے قائل ہوئے ہیں۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح اور زیادہ مشہور ہے۔ اور علمائے عامہ میں سے بعض نے یکم ماہِ ربیع الاول اور بعض نے دُوسری اور بعض نے اٹھارھویں اور بعض نے دسویں اور بعض نے آٹھویں بھی کہی ہے۔ اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن مبارک تریسٹھ سال تھا اور ہجرت کا دسواں سال تھا۔

کشف الغمہ میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ہجرت کے دسویں سال وفات پائی اور آپ کی عمر شریف تریسٹھ سال تھی۔ چالیس ۴۰ سال مکہ میں گزرے تھے وہیں حضرتؐ پر وحی نازل ہونا شروع ہوئی پھر تیرہ سال وہیں اور گزرے۔ جب آپ مدینہ میں ہجرت کر کے آئے تو آپ کی عمر شریف ترپن ۵۳ سال تھی ہجرت کے بعد مدینہ میں دس سال زندہ رہے اور آپ کی وفات دوسری ماہ ربیع الاول روز دوشنبہ کو ہوئی۔ لہ

تو میں یہ پوچھتا ہوں کہ ان چار دنوں میں علیؓ و عباسؓ کدھر چلے گئے تھے کیوں وہ ضروری تحریر نہین لکھوائی جس نے کفر و اسلام کا فیصلہ کرنا تھا۔ اگر صحابہ مجرم ہیں تو حضرت علیؓ و عباسؓ بھی اسی جرم میں برابر شریک ہین۔

برھان چہارم:

کیا حضرت عمر نے بولا کہ آپ ﷺ کو ہذیان ہو چکا ہے؟

لفظ ھجر کی تحقیق:

ا۔سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ شیعہ لوگ اہلسنت کی پیش کردہ روایات سے صحیح سند کے ساتھ ثابت کریں کہ لفظ ھجر جس کا مطلب و معنی وہ لوگ ہذیان کرتے ہیں وہ حضرت عمر نے ہی بولا کیوں کہ روایت میں جو لفظ موجود ہے وہ ہے فقالو اور ساری دنیا جانتی ہے کہ فقالو ایک جمع کا صیغہ ہے اگر یہ لفظ حضرت عمر نے بولا ہوتا تو روایت میں جمع کی جگہ واحد کا صیغہ استعمال ہونا چاہیئے تھا اور عبرات میں فقالو کی جگہ فقال ہونا چاہیئے تھا۔

۲۔بلکہ اس کے بر عکس جو ہے حضرت عمرؓ کا بس یہ جواب منقول ہے کہ حسبنا کتاب اللہ (ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے)۔

۳۔فقالوا: ما شأنه، أہجر استفہموہ؟ صحیح مسلم کی روایت میں لفظ موجود ہے یہ صحیح ہے کہ ھجر کا ایک معنی ہذیان بھی ہوتا ہے لیکن ھجر کا معنی ہمیشہ ہذیان ہوتا یہ درست نہیں ہے چنانچہ سب سے پہلے ہم ھجر کے لغوی معنی کو لغت عرب کی روشنی میں دیکھتے ہین جیسا کہ لکھا ہے کہ:

التراث العربي
سلسلة تصدرها وزارة الإعلام
في الكويت

- ١٦ -

تاج العروس

من جواهر القاموس

للسيد محمد مرتضى الحسيني الزبيدي

الجزء الرابع عشر

تحقيق

عبد العليم الطحاوي

راجعه

عبد الكريم العزباوي و عبد الستار احمد فراج

باشراف لجنة فنية بوزارة الاعلام

١٣٩٤ هـ – ١٩٧٤ م

والتَّسْبِيح ، وجاء فى حديث آخَرَ : «هم الَّذين اسْتُهْتِرُوا بذكْرالله» أى أُولِعُوا بـه ، يقال : اسْتُهْتِرَ بأَمْرِ كذا وكذا ، أى أُولِعَ به لا يَتحدَّث بغيره ولا يَفعَل غَيْرَه . والله أعلم .

[ه ت ك ر] •

(الهَيْتَكُور)(1) أهمله الجَوْهَـرِىّ ، وقال يُونُس : هو من الرِّجَال (الَّـذى لا يَسْتَيْقِظُ لَيْلاً ولا نَهَارًا) ، كذا فى التَّهْذيب والتَّكْمِلَة .

[ه ت م ر] •

(الهَتْمَرَة ، عـلى فَعْلَلَة) ، أهمـله الجوهرىّ ، وقال ابن دُرَيْـد : هـو

(1) فى القاموس المطبوع «الهيتكور» . وفى نسخة كالمثبت المتفق مع ما فى العباب والتكملة .

التهذيب :

[ه ج ر] •

(هَجَرَه) يَهْجُره (هَجْرًا ، بالفَتْح ، وهِجْراناً ، بالكسر : صَرَمَهُ) وقَطَعَه . والهَجْرُ : ضِدّ الوَصْـل . (و) هَجَرَ (الشَّىءَ) يَهْجُـره هجْـرًا . (تَرَكَه) وأَغْفَلَه وأعرَضَ عنه ، ومنه حَديثُ أبى الدَّرْدَاء «ولا يسْمَعُـون القُـرْآنَ إلاَّ هجْرًا» يريد التَّرْكَ له والإعراضَ عنه ، ورَوَاه ابنُ قُتَيْبَة فى كتابه : إلاَّ هُجْرًا ، بالضمّ ، وقال ، هو الخَنَا والقَبِيـح من القَـوْل ، وقد غَلَّطَـه الخَطَّابِـىّ فى الرِّوَاية والمَعْنَى ، راجِـع النِّهَايَةَ لابن الأَثير ، (كَأَهْجَرَه) ، وهـذه هُذَلِيَّة ، قال أُسامَةُ :

ترجمہ : ھجرہ ضد ہے وصل کی (مطلب وصول کرنے کی) جیسے کسی چیز کو چھوڑنا یا ترک کرنا غفلت اور اعراض کے معنی میں۔

عُمدة القاري
شرح
صحيح البخاري

تأليف

الإمام العلامة بدر الدين أبي محمد محمود بن أحمد العيني

المتوفى سنة ٨٥٥ هـ

ضبطه وصححه

عبد الله محمود محمد عمر

طبعة جديدة مرقمة الكتب والأبواب والأحاديث
حسب ترقيم المعجم المفهرس لألفاظ الحديث النبوي الشريف

الجزء السابع عشر

المحتوى:
تتمة كتاب مناقب الأنصار - كتاب المغازي
من الحديث (٣٨٦١) - إلى الحديث (٤٢٤٠)

٣٧ ـــ بابُ هِجْرَةِ الحَبَشَةِ

أي: هذا باب في بيان هجرة المسلمين من مكة إلى أرض الحبشة، الهجرة في الأصل اسم من الهجر ـ ضد الوصل ـ وقد هجره هجراً وهجراناً، ثم غلبت على الخروج من أرض إلى أرض وترك الأولى للثانية، يقال منه: هاجر مهاجرة، وكان وقوع هجرة المسلمين من مكة إلى أرض الحبشة مرتين. **أولاهما**: كانت في شهر رجب من سنة خمس من المبعث، قال الواقدي: أول من هاجر منهم أحد عشر رجلاً، وأربع نسوة، وأنهم انتهوا إلى البحر ما بين ماش وراكب، فاستأجروا سفينة بنصف دينار إلى الحبشة وهم: عثمان بن عفان وامرأته رقية بنت رسول الله، ﷺ، وأبو حذيفة بن عتبة وامرأته سهلة بنت سهيل، والزبير بن العوام، ومصعب بن عمير، وعبد الرحمن بن عوف، وأبو سلمة بن عبد الأسد وامرأته أم سلمة بنت أبي أمية، وعثمان بن مظعون وعامر بن ربيعة العنزي وامرأته ليلى بنت أبي خيثمة، وأبو سبرة بن أبي رهم، وحاطب بن عمرو، وسهيل بن بيضاء، وعبد الله بن مسعود، رضي الله تعالى عنهم. **والثانية**: من الهجرة فكان أهلها اثنين وثمانين رجلاً سوى نسائهم وأبنائهم، وعمار بن ياسر يشك فيه، فإن كان فيهم فقد كانوا ثلاثة وثمانين رجلاً، وقد ذكرناهم في (تاريخنا الكبير) على ما ذكره ابن إسحاق، رحمه الله، وجزم ابن إسحاق بأن ابن مسعود كان في الهجرة الثانية.

ترجمہ: علامہ عینی کہتے ہیں کہ ھجر اسم الھجر مین سے ہے اور وصل کی ضد ہے (آگے اس کی گردان بیان کی) ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف ہجرت کرنے پر اس لفظ کا اطلاق غالب ہو گیاٗ۔

اور پھر یہی بات شیعہ محدث باقر المجلسی نے اپنی کتاب بحار مین درج کی ہے؛

المجلد الثاني عشر من

بحار الأنوار

تأليف

علم الأعلام العلامة شيخ الإسلام المولى محمد باقر المجلسي

المتوفى سنة ١١١١

بنفقة

المكتبة الإسلامية

طهران شارع البوذرجمهري

تلفون ٢١٩٦٦

الجزء التاسع والأربعون

المطبعة الاسلامية

جمادى الثانية ١٣٨٥

تنتظر، وينبغي أن تحمل هذه البراءة على البراءة المطلقة، لجواز التبري من الفاسق وهو حي، ومن الكافر وهو حي، لكن بشرط الاتصاف بأحد الوصفين، بخلاف ما بعد الموت.
وقيل: المعنى انتظروا حتى يأتيه الموت فإنه ربما يكون معتقدا للحق ويكتم إيمانه لغرض دنيوي، وقيل: هذا إشارة إلى ما كان يفعله رسول الله صلى الله عليه وآله في الصلاة على المنافقين، فإذا كبر أربعا كانوا يعلمون أنه منافق، وإذا كبر خمسا كانوا يعلمون أنه مؤمن، فأشار عليه السلام إلى أنه عند الموت تقع البراءة وتصح بعلامة تكبيراته الأربع، وكلا الوجهين كما ترى.
والظاهر أن المراد بالبراءة قطع العلائق الايمانية التي يجوز معها الاستغفار كما يومئ إليه قوله سبحانه " ما كان للنبي والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين ولو كانوا أولي قربى " إلى قوله تعالى " فلما تبين له أنه عدو لله تبرأ منه " (1).
" والهجرة قائمة " الخ وأصل الهجرة المأمور بها الخروج من دار الحرب إلى دار الاسلام، وقال في النهاية: فيه لا هجرة بعد الفتح ولكن جهاد ونية، وفي حديث آخر لا تنقطع الهجرة حتى تنقطع التوبة، الهجرة في الأصل اسم من الهجر ضد الوصل، وقد هجره هجرا وهجرانا، ثم غلب على الخروج من أرض إلى أرض وترك الأولى للثانية، يقال منه هاجر مهاجرة.
والهجرة هجرتان إحداهما التي وعد الله عليها الجنة في قوله " إن الله اشترى من المؤمنين أنفسهم وأموالهم بأن لهم الجنة " (2) فكان الرجل يأتي النبي صلى الله عليه وآله ويدع أهله وماله لا يرجع في شئ منه، وينقطع بنفسه إلى مهاجره، وكان النبي صلى الله عليه وآله يكره أن يموت الرجل بالأرض التي هاجر منها، فمن ثم قال " لكن البائس سعد بن خولة " يرثي له أن مات بمكة (3) وقال حين قدم مكة " اللهم لا

چنانچہ یہ امر ثابت ہو گیا ہے کہ ھجر کا اصل لغوی معنی چھوڑنے اور ترک کرنے ہین اور مجازی طور پر اپنے ساتھ قرینے اور سیاق و سباق کے لحاظ سے اس کا مجازی معنی کیا جاتا جیسے ہذیان وغیرہ۔

۴۔اور حدیث قرطاس مین لفظ ھجر کا سب سے پہلے تو الف کے ساتھ جسے عربی مین ہمزہ کہتے ہین اس کے ساتھ آیا ہے أہجر اور پھر اس کے ساتھ قرینہ استفہموہ آیا ہے چنانچہ یہ قرینہ تو واضح بتا رہا ہے کہ یہ صیغہ استفہام انکاری ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ، مین نے یہ کب کہا تھا؟ مطلب اس جملے مین انکار ہے اور استفہام کا معنی ہوتا ہی

دریافت کرنا یا پوچھنا ہوتا ہے چنانچہ ہمارے ایک اہلسنت عالم نے کیا خوب اس حدیث کا مطلب بیان کیا ہے جو راقم مسئلہ کی وضاحت کے واسطے یہاں درج کر رہا ہے۔

: ترجمہ

جناب رسول اللہ ﷺ کی مرض وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے) سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا: جمعرات کا دن، کیا تھا)

جمعرات کا دن؟

پھر عبد اللہ یہ کہہ کر رو دیئے، اور اتنا روئے کہ اپنے آنسوؤں سے زمین پر کنکریاں بھی بھگو دیں،،

سعید کہتے ہیں ہم نے پوچھا: کیا (ہوا) تھا جمعرات کے دن؟

کہنے لگے: (اس دن) رسول اللہ ﷺ کی تکلیف بڑھ گئی، تو (گھر میں موجود) لوگوں سے فرمایا: لائو میں تمھیں ایک تحریر لکھوا دیتا ہوں، جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے،، (یہ حکم سن کر) موجود لوگ اختلاف کرنے لگے، (کوئی لکھوانے کی بات کرتا، تو کوئی نہ لکھوانے کی)

(ابن عباس کہتے ہیں مناسب نہ تھا کہ نبی کریم ﷺ۔ کے پاس اختلاف کیا جاتا،)

تو (کچھ لوگوں) نے (مانعین کتابت سے) کہا۔۔ اَھجر۔۔ کیا (تم سمجھتے ہو) رسول اللہ ﷺ مرض کی شدت سے ایسا فرما رہے ہیں؟؟؟ (نہیں، تکلیف کی بناء پر ایسا نہیں فرما رہے، بلکہ پوری سمجھ داری سے فرمایا ہے)

جائو انہی سے پوچھ لو کہ انکی منشا، مراد کیا ہے، استفهموه، فذهبوا يعيدون عليه
فذهبوا يعيدون عليه، فقال: «دعوني فالذي أنا فيه خير مما تدعوني
تو لوگ آپ کے پاس (پوچھنے) کیلئے گئے، «إليه

تو آپ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو، تم جس طرف مجھے لانا چاہتے ہو، میں اس سے بہتر میں (مشغول) ہوں،

اور (پھر) آپ نے تین کاموں کا حکم دیا، یا، تین کاموں کی وصیت فرمائی، ایک تو یہ کہ جزیرۃ العرب سے مشرکین کو نکال دو ،دوسری یہ کہ باہر سے آنے والے

وفود کو اسی طرح آنے دو جیسے میں نے انہیں آنے دیا، یا اسی طرح اکرام کرو جیسا کہ میں کرتا تھا،،

(وفي النهاية :أي أعطوهم الجيزة والجائزة: العطية. يقال أجازه يجيزه إذا أعطاه)

" اور تیسری بات راوی سعید بھول گیا یا عمدا نہیں بتائی

یہ ہے صحیح ترجمہ ،،، جس میں استفہام انکاری سے نبی پاک ﷺ سے ،، ہذیان گوئی کی نفی کی گئی ہے۔

(منقول از محدث فورم)

چنانچہ یہ اصل بات تھی اور شیعہ لوگوں نے اس لفظ کا پکڑ کر عجیب تماشہ لگایا ہوا ہے کہ دیکھو سنیوں حضرت عمرؓ نے کہہ دیا کہ آپ ﷺ کو ہذیان ہو چکا ہے اور استفھمو لفظ کا صیغہ واضح بتا رہا ہے کہ اھجر لفظ کا کیا معنی بنے گا

۵-اگر اس سے صرف ہذیان ہی مراد لینا ہے تو قرآن کی اس آیت کا کیا ترجمہ کروگے : وَاصبِر عَلیٰ مَا یَقولونَ وَاهجُرهُم هَجرًا جَمیلًا (اور آپ ان (باتوں) پر صبر کریں جو کچھ وہ (کفار) کہتے ہیں، اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ ان سے کنارہ کش ہو جائیں،) ۔

٦-اور حضرت عمر کے جواب میں یہ لفظ آنا غَلَبَهُ الْوَجَعُ (آپ ﷺ تکلیف میں ہین) یہ خیر خواہی کے طور پر تھا نا کہ اہانت کے طور پر آخر کیا اتنا اکابر صحابی کیا آپ ﷺ کی وفات کے وقت آپ ﷺ کی اہانت اہلبیت کے سامنے کر سکتا تھا کیا اور آپ ﷺ نے بھی حضرت عمرؓ کو ویسا ہی جواب دیا کہ ، فقال: دعونی، فالذی أنا فیہ خیر مما تدعونی إلیہ(میں خیر سے ہون اور نا لکھنا ہی بہتر ہے) اور خود حضرت عباس کی بھی یہی رائے تھی جیسا کہ انہون نے روایت کے شروع مین کہا اشتد برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجعہ، (آپ ﷺ کی بیماری سخت ہو گئی)۔

آخر میں یہی کہنا چاہتا ہوں کہ شیعہ حضرات خدارا جتنے بڑے بڑے دعوے تم لوگ صحابہ کے خلاف کرتے ہو کاش ان دعووں کے لحاظ سے ثبوت بھی فراہم کر سکتے اللہ کی لعنت ہو صحابہ پر بہتان لگانے والوں پر وما علینا اللبلاغ المبین۔